

دعوت حق کا ترجمان

ماہنامہ
داعی
نقیب اہلسنت کراچی

JUNE 2011

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَلَيْهِ
صَلَّى
وَعَلَى



دامت برکاتہم
العالیہ

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

کی نئی تصنیف

الاعلام للقرآن

سورة الاحق تاسورة الناس ايمان افروز تفسير
چند نمایاں خصوصیات

- ☆..... خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ ☆..... ورفعلنا لک ذکرک
- ☆..... احسن التقویم کا مفہوم ☆..... حضور ﷺ کو نبوت کب ملی؟
- ☆..... شب قدر مخفی کیوں؟ ☆..... مومن کے لئے چار جنتیں
- ☆..... قیامت کا زلزلہ ☆..... ایمان کے تقاضے کیا ہیں؟
- ☆..... دنیا مردار اور اس کے طالب ☆..... واقعہ فیل
- ☆..... گستاخ رسول کی سزا ☆..... تعویذ اور دم جائز ہے

ملنے کا پتہ: مکتبہ انوار القرآن



مدیر اعلیٰ

محمد عرفان حسین

مدیران منتظم
محمد احمد صدیقی
محمد خالد ماتریدی
محمد جاوید قادری
منتظم ترسیلات
نرویم ونشہیز
محمد سلمان قادری
محمد شفیع رانا

جلس مشاورت

زادہ اشتیاق
محمد غفران قادری
محمد اسد جواد
محمد محفوظ
محمد عامر صدیقی
کمیونٹنگ محمد عامر

رابطہ خط و کتابت

محمد جاوید اختر
دفتر ۸، بلاک نمبر ۷،
نزد عائشہ منزل پوسٹ آفس،

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

جلد نمبر 1 شماره نمبر 4

جون 2011ء رجب المرجب 1432ھ

جلس ادارت

جناب ابرار احمد رحمانی
جناب خلیل الرحمن چشتی
جناب ناصر خان قادری



- 02 سچا انقلاب
- 04 قوت ایمانی
- 07 خدا کی بندگی
- 08 مشرق وسطیٰ کی تحریکیں
- 10 مسلمان کا تشخص
- 13 کیا صلیبی جنگ شروع ہو چکی ہے؟
- 14 تعمیر معاشرہ
- 17 اسلامی صحافت
- 20 اسلام کا تعلیمی نظام
- 23 سوباقوں سے پرہیز
- 25 اسلامی آداب معاشرت
- 27 عورت اسلام کی نظر میں
- 29 فتح طرابلس
- 31 معاشرے میں خرافات
- 32 موسم گرما کی سوغات
- 34 کیا تعلیم یافتہ انسان ہی ہاشمور ہے؟
- 36 خون کی پیاس کب بجھے گی؟
- 38 خبریں

سچا انقلاب

از
میاں عبدالرشید

حضور ﷺ کی نگاہ فیض اثر سے نئے انسان تخلیق ہوئے۔ نئے زمانے (وجود میں آئے۔ نئے امکانات کے دروازے کھلے۔ بظاہر انسان وہی رہا۔ مگر ان کے عقائد، عوام، خیالات، محسوسات، مقاصد اور طور طریقے سب بدل گئے۔ آپ ﷺ نے ایک لاکھ چوبیس یا چوالیس ہزار ایسے قدسی انسان پیدا کیے جن میں سے ہر ایک ولی اللہ تھا مزدور سے گورنر اور سپاہی سے سپہ سالار تک حضور ﷺ سے قبل تشریف لانے والے عام فہم نہیں، خاص شخصیتوں کی زندگیوں پر نظر ڈالیے۔ انہوں نے اپنے کتنے سماجی بنائے اور ان کے ساتھیوں نے کہاں تک ان کا ساتھ دیا۔ پھر حضور ﷺ کے صحابہ کرام پر نظر ڈالئے۔ ان کی تعداد دیکھیے۔ ان کی جاں فروشی دیکھیے۔ ان کا شمار دیکھیے۔ ان کا نام ساند حالات کے پہاڑوں سے ٹکراتا دیکھیے۔ ان کا سمندروں کے سینوں پر چڑھتا دیکھیے کہیں مثال ایسے ساتھیوں کی؟ کوئی صدیق اکبر بنا تو کوئی فاروق اعظم کوئی عثمان غنی ہوا تو کوئی علی مرتضیٰ، کسی نے سیف اللہ کا لقب پایا۔ کوئی فن حرب کا عظیم ترین ماہر بنا۔ کوئی بہترین مستقیم بنا۔ کوئی بہترین سیاست دان، کوئی بہترین سفیر، کوئی فقیر، ایسا فقیر جس سے دریاؤں کے دل دلی جائیں۔ سیزر بڑا فاتح مٹا جاتا ہے کیونکہ اُس نے مصر فتح کیا تھا۔ سکندر اعظم ہے کیونکہ وہ فاتح امیان ہوا۔ ہمارے حضور ﷺ کے اوئی غلاموں نے ایران و روم و مصر کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ فتوحات کا ایک سیل رواں تھا۔ جس نے جدھر رخ کیا کوئی اسے روک نہ سکا۔ کسی کی شخصیت نے توانائی کے اس بے پناہ سمندر کا دروازہ کھولا۔ پہلے بھی تو یہی عرب تھے اُس وقت وہ کیوں فاتح نہ بن گئے۔ فتوحات سے زیادہ حیران کن چیز فتح و کامیابی اور صلح و مہارت تھیں ان کا طرز عمل تھا۔ خرد تھا نہ تکبر۔ علم تھا نہ

دل میں غلاب تھی۔ اور ساری زندگی حق و باطل ہی کے معرکوں میں لڑی اور انہی معرکوں میں زندگی گزارتے ہوئے معرفت و ایمان کی وہ منزلیں طے کرائیں جو دنیا سے الگ تھلک ہو کر بیحد رستہ والوں کے دامن و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔

تھا۔ وہ سچا اور مکمل انقلاب جو ہمارے حضور ﷺ کے دم قدم سے ظہور میں آیا۔ یوں تو فرانس اور روس میں یہود کے ایمان سے جو فتنہ و فساد برپا ہوا، بعض لوگ اسے بھی انقلاب کہتے ہیں، مگر وہ جھوٹے انقلاب تھے۔ انہوں نے حالات کو بد سے بدتر کر دیا۔ ان نام نہاد انقلابیوں نے ان کی طبیعت میں لٹی لٹی اور اس کے پاؤں تلے نیکی، شرافت اور اعلیٰ انسانی اقدار کو کچل گئیں۔ آزادی کے معنی مادر پدر آزادی نہیں۔ مساوات کا یہ مطلب نکالنا کہ شریف اور بد معاش، بختی اور فاضل، وفادار اور نیکار سب برابر ہیں۔ جمہوریت سے یہ مراد لی گئی کہ ہر چارہ دار اور تجربہ کار، ایک جیسی اہمیت حاصل ہے۔ آزادی کے نام پر انسان کو آزادی سے محروم کر دیا گیا۔ بنیادی حقوق کے نام پر اُس سے بنیادی انسانی حقوق چھین لئے گئے۔ جمہوریت کے نام پر اُس پر فائدہ گری مسلط کر دی گئی۔

اور اس لہذا ہے کہ پھر حضور ﷺ کا قائم کردہ انقلابی معاشرہ تادیر قائم رہا۔ اس لیے کہ وہ نوع انسانی کے تدریجی ارتقاء کے طور پر، انسان آگیا تھا۔ بلکہ حضور اکرم ﷺ اسے اپنی عظیم شخصیت کے زور سے، ان میں اسے تھے تاکہ انسانیت کے لئے ایک مثالی معاشرہ قائم ہو جائے۔ اور پھر وہ خود اپنی کوشش سے قدم بقدم چل کر اُس تک پہنچا۔ ایسا مثالی معاشرہ جس میں بطور انسان سب برابر ہوں۔ مگر حقیقت کا یہ حال ہے کہ عزت پائے۔ سب کو ایک جیسے مواقع میسر ہوں۔ مگر کوئی اہمیت نہ رکھے۔ وہ آواز نہ اٹھائے۔ مگر کوئی اور کوئی نہیں دیکھتا۔

بقیہ۔۔ خدا کی بندگی

وہ سب اللہ کی عطاء ہے، اور اسی کا کرم، مگر میں اس انعام اور امانت کو بھول جاؤں تو مجھ سے بڑا ناشکر اور کافر کوئی نہیں ہوگا اس لئے ہم ہمیشہ دنیا کی نوکری پر خدا کی بندگی کو ترجیح دیتا ہوں۔ یہ سن کر شاہ طہطا بچائے غضبناک ہونے کے ٹھنک ہو گیا اور بولا "ابو نعیم، وہاں اور تقریب کے ان لحاظ میں مجھے بھی یاد رکھا کرو اور دیکھا کہ کہ مجھے نظم و حکومت ایسے طریقے اور لوگوں کی خدمت سے چاہئے۔ ساتھ کرنے کی توفیق ارزانی کرے۔"

اللہ کی بندگی کا قرینہ ہر حال میں ملحوظ رکھنے کا فوری نتیجہ یہ سامنے آیا کہ حاسدین نے بادشاہ کو ابو منصور سے دور کرنے کی سازش کی تھی مگر نے اسے بادشاہ کے قلب و دماغ کے اوپر قریب کر لیا۔

بقیہ۔۔ تعمیر معاشرہ اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات

نبی آخر الزماں ﷺ معاشی مسائل کو حل کرنے کے لئے پہلی کوشش تھے کہ انسان کشی کی جائے بلکہ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ معاشی مسائل کو حل کرنے کے لئے پیداوار بڑھائی جائے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے طرف بار بار بکلی اور کجی سے منع فرمایا ہے تو دوسری طرف فاضل و فاضل سے روکا ہے تاکہ دولت کا بے باغیاں رک جائے اور وہ دولت کا سوں میں استعمال ہو سکے۔

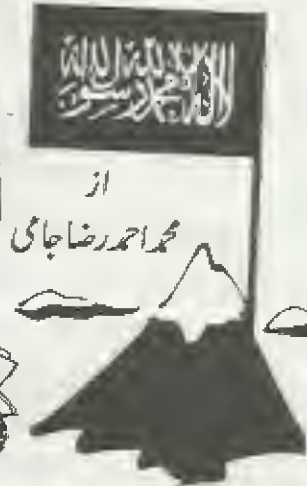
بقیہ۔۔ اسلام کا تعلیمی نظام

درمیان میں نہیں لاتے تھے بلکہ سمجھانے کے لئے ضروری اور باتوں کی بھرا فرماتے تھے آپ کی مجلس میں اکابر عرب ہوا لایا کرتے تھے اور اکثر آداب مجلس کا لحاظ کیے بغیر ناشائستہ گفتگو کرتے تھے اور سب سر پا سوالات کرتے تھے۔ مگر آپ ان کے سوالات کو نہایت اہم اور فائدہ مند سمجھتے تھے اور ان کے حراج اور اہمیت سے مطلع تھے۔ اس لئے آپ ان سے جس سے وہ مطمئن ہو جاتے تھے۔

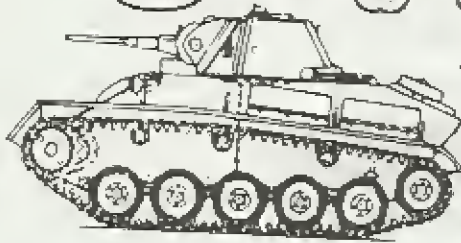
اچھے اچھوں کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں کہ جان بچائیں یا ایمان یہ فیصلہ تو بصیرت والے اور عقیدے کے مضبوط انسان ہی کر سکتے ہیں جو جان کی قیمت بھی جانتے ہیں اور ایمان کی بھی وہ جانتے ہیں کہ زندگی کا اصل مقصد کیا ہے جتنا ہے تو ایک مقصد کے لئے مرنے کا ایک مقصد کے لئے محض سانس کی آمد و رفت زندگی کا ثبوت نہیں مرنے کا حق ہے اللہ کے ایسے بندے جان

جمع پونجی مال اور اثاثے کی رکھوالی اور نگرانی ایک فطری عمل ہے۔ کوشش ہوتی ہے کہ جو کچھ بچا کر رکھا ہے کچھ آفتوں اور کچھ خود اپنی بداندیشی سے ضائع نہ ہونے پائے۔ مشکل یہ ہے کہ انسان کب تک اور کہاں تک چوکنار ہے۔ بھول چوک ہوئی جاتی ہے اور ذرا سی لاپرواہی معاملہ بگاڑ دیتی ہے۔ مصالحت کی

قوت ایمانی



وے کر اپنا نام زندہ رکھتے ہیں۔ تاریخ کے ہر دور میں اللہ کے ایسے بندوں کی روشنی میں لیں یعنی ہیں جن کا عمل جن کا کردار ہمارے لئے روشنی مہیا کرتا ہے جیسے کا سلیقہ بتاتا ہے کہ دار کا عاوی بننے کا حوصلہ بخشتا ہے مرنے کا قرینہ بتاتا ہے شہادت کی خوشخبری



دیتا ہے یہ ایمان کی قوت ہی ہے کہ بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر طرح کی اذیت برداشت کرتے ہیں حتیٰ ریت پر کھڑوں کی چوٹ سے پورا جسم لہو لہان ہو جاتا ہے لیکن زبان سے یہی نکلتا ہے ”اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں“

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے ان پر ہر طرح کا دباؤ ڈالا جاتا ہے طرح طرح کی تکلیف دی جاتی ہے کہا جاتا ہے اقرار کرو کہ قرآن احادیث ہے قدیم نہیں انسان کا کلام ہے مگر ان میں ایمان کی قوت ہے۔ صاف انکار کر دیتے ہیں سلطان وقت کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑتا ہے لیکن امام اذیتوں کی تاب نہیں لاسکتے اور چند دنوں میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتے ہیں۔

یہ ایمان کی قوت ہی ہے کہ تحریک آزادی کے رہنما مولانا محمد علی جوہر انگریز کی عدالت میں دو ٹوک اعلان کرتے ہیں کہ میں انگریز کا قانون نہیں مانتا میں خدا کا قانون مانتا ہوں کہ یہی حق ہے میرا مرنا جینا اللہ کی خاطر ہے ضرورت ہوئی تو اللہ کی خاطر میں اپنی پیاری بی

ایک صورت یوں نکلتی ہے کہ جو چیزیں زیادہ قیمتی ہیں ان پر زیادہ توجہ دی جائے کڑی نظر رکھی جائے۔ مثلاً مکان، جائیداد کے کاغذات بینک کا حساب کتاب، چیک بک، نقدی، زیور وغیرہ احتیاط اس لئے کہ اگر کبھی چور گھر میں گھس آئے تو یہ قیمتی چیزیں ان کے ہلے نہ پڑیں۔ کم قیمت کا کچھ سامان گیا تو گھانا نہیں ہوا اور اگر کبھی ایسی صورت پیش آئے کہ مال کے ساتھ جان کا خطرہ بھی ہو تو ظاہر مال کی پرواہ نہیں ہوتی جان کی فکر ہوتی ہے جان ہے تو جہاں ہے مال ہاتھ سے گیا تو گیمیا محنت مشقت سے پھر آ جائے گا جان گئی تو گیمیا پھر قیمتی سامان کس کام کا جان بچ گئی تو پردہ کا شکر ادا کیا اور دوبارہ زندگی کا سروسامان مہیا کرنے میں مصروف ہو گئے توفیق الہی شامل کی تو حالت پھر سدھر گئے زندگی معمول پر آ گئی۔

یہ تو ہوا مال اور جان کا معاملہ چھوڑیں یا جان سے جائیں فطری فیصلہ ظاہر ہے کیا ہو سکتا ہے جان مقدم ہے ایک مرحلہ اور آتا ہے اگر معاملہ جان اور ایمان کا ہے تو انسان کسے بچائے یہ وقت کڑی آزمائش اور سخت امتحان کا وقت ہوتا ہے۔

میں نے سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر احد کے میدان میں آج حق و باطل کا زیر دست معرکہ تھا دنیا کے کفر کے سارے سوراخ آہن فولاد کے مہیب جھیاڑوں سے مسلح ہو کر مذی دل کے طرح ٹوٹ پڑے۔

ادھر سارے قبائل میں شور تھا کہ آج مدینے کی امنٹ سے امنٹ بچ جائے گی اور صفی قستی سے اسلام کا نام و نشان مٹا کر رکھ دیا جائے گا۔

ادھر مدینے میں جذبات کے پیمانے کا یہ عالم تھا کہ مجاہدین کورات کاٹنی مشکل ہو گئی۔ جونہی سویرا ہوا چمکتی ہوئی تلواروں کی جھنکارے کو چوہا زار گونج اٹھے۔

ہر جوان سر کھنک، ہر بچہ کھنک بدوش، ہر عورت دست بدعا اور ہر بوڑھا شوق شہادت میں سرشار نظر آ رہا تھا۔

رسولِ محترم ﷺ کے محبوب صحابی حضرت عمرو بن جوح جو پاؤں سے لنگڑے تھے وہ بھی محاذ جنگ پر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

لوگوں نے ہزار سمجھایا کہ تم معذور ہو چلنا پھرنا مشکل ہے تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟ تمہارے چار بیٹے تو جا ہی رہے ہیں اب تمہارے ذمہ اسلام کا کون سا حق باقی رہ جاتا ہے؟

انہوں نے جذبات سے مغلوب ہو کر جواب دیا: ”اسلام کا حق صرف اتنا ہی نہیں ہے اسلام کا حق یہ بھی ہے کہ کلمہ حق کی سر بلندی کے لئے میری رگوں کا سارا خون تھقل کی خاک میں جذب ہو جائے اور میری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے آزاد سے جائیں۔“

”میرے لئے کئی محردی کی بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں حسرت سے ان کا منہ نکتا رہوں۔“

اسی بے تابی شوق میں گھر پہنچے تو بیوی نے دیکھتے ہی کہا: ”جان بھاکر چھپے والوں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے احد کی طرف جاؤ آج وہی تمہاری منزلِ بخش ہے۔“

یہ طعنہ ایک تیز نشتر کی طرح جگر میں پیوست ہو گیا زخم کی تکلیف سے آنکھوں میں آنسو آ گئے تلوار اٹھائی تیز و سنبالا اور قبیلے کی طرف رخ کر کے یردقت انگیز دعاء مانگی۔

اللہم لا تعدنی الی الہلی

پہاڑ کے دامن میں نصب کر دیا گیا تھا۔ محلی حقیقتیں اب تجا بات کے
چھپے نہیں تھیں۔ بر ملا ٹکا ہوں کی زد پر تھیں۔

اسی عالم رنگ و نور میں مجاہدین کی صفیں آراستہ ہوئیں، ہیبت جلال
سے دھرتی کا سینہ دہل گیا۔

دو منظر بھی قابل دید تھا۔ جب لشکر کا والی قطار کے ایک سرے پر
کھڑے ہو کر اپنے چاروں طرف کی فطرت بنا ہستوں کا نظارہ کر رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد نظارہ جنگ بجا، مجاہدین آگے بڑھے۔ گوارا میں
چٹکیں، بجلی گری، نعرے اٹھے، کمانیں جھلکیں اور دونوں طرف سے

گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔
اس عالم قیامت خیز میں حضرت عمرو بن جوع کو دیکھا گیا کہ وہ بھی

اپنے جذبہ ایمانی سے میدان میں بڑھے جا رہے ہیں اور آواز لگاتے
جاتے ہیں کہ قسم خدا کی میں جنت کا مشتاق ہوں۔ صرف ایک سا غریبی

آرزو سمجھ کر یہاں تک لائی ہے۔ یہ سینہ ہے۔ یہ سر ہے۔ یہ گردن
ہے آؤ، مجھے گھائل کر دو۔ میں زخمی ہو کر تڑپنا چاہتا ہوں۔ دشمنان حق

کے لبو سے میں اپنی گوارا کی پیاس بجھا چکا ہوں، اب میں خود سیراب
ہونا چاہتا ہوں۔ بس ایک جام کوڑ کا انتظار ہے۔

اس شوق میں پھلنے، اکڑتے، سینہ تالے، رجز پڑھتے آواز لگاتے چلے
جا رہے تھے کہ ایک زہر میں بچھا ہوا تیر آیا اور ان کے جگر میں بیوست

ہو گیا۔ گھائل ہو کر گر پڑے، رگوں کا سارا خون نقش کی خاک میں
جذب ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے تڑپے اور خاموش ہو گئے۔

قریب جا کر دیکھا تو روح اس دنیا میں نہیں تھی فردوس کی سر زمین پر
چل قدمی کر رہی تھی۔

شہادت کا مشتاق کوڑ کا جام خالی کر چکا تھا اور جنت کا شیدائی ”دختران
قدس“ کے جھرمٹ میں مسکرا رہا تھا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت عمرو بن جوع کی اہلیہ شہادت کی خبر پا
کر میدان اُحد میں آئیں۔

”عمرو! تمہیں سرمدی نعتوں کی یہ سرخروئی مبارک ہو حسینانِ فردوس
کی انجمن میں مجھے بھول نہ جانا پیارے، اسی کے لئے دروازے تک
میں نے تمہیں رخصت کیا تھا۔

”مجھے اپنی بیوگی کا غم نہیں ہے، تمہاری شہادت کی خوشی ہے۔ خدا اس
خوشی کو سلامت رکھے“

یہ کہہ کر بیٹکی پکلوں کے سایہ میں انہوں نے اپنے اُونٹ کو بٹھایا اور
جنت البقیع میں دفنانے کی غرض سے شوہر کی لاش کو اس پر بار کیا۔

جوجی اُونٹ کی مہار پکڑ کر مدینے کی طرف بڑھیں کہ اچانک اُونٹ
بیٹھ گیا۔ ہزار کوشش کی، لیکن اُونٹ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ دوڑی ہوئی

حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور سارا ماجرا بیان کیا۔
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اُونٹ کو یہی حکم ہے، وہ تقدیر الہی سے سرتابی نہیں کرے گا۔
”اچھا بتاؤ! کیا دم رخصت عمرو بن جوع گھر سے کیا کہہ کر چلے گئے؟“

عرض کیا۔
قبلہ رو ہو کر یہ دعا مانگی تھی۔

اللھم لا تعدنی الی اھلی
یا اللھ! مجھے اپنے اہل و عیال میں واپس نہ لانا۔

ارشاد فرمایا:
”اُن کی دعا قبول ہوئی، اب ان کی لاش مدینے واپس نہیں جاسکتی۔

انہیں یہیں دفن کر دو۔ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں نظر آتے
ہوئے چل رہے ہیں“

آج بھی اُحد کی وادی میں یہ یادگار کبھی کبھی سنائی دیتی ہے۔
”میدان جنگ سے جنت کا فاصلہ بس ایک دم ہے آخرت کے

مسافروں پر اس سے زیادہ قریبی مسافت کی کوئی راہ آج تک نہیں کھلی
چند روزہ زندگی کے معاوضے میں دائمی زندگی کا کاروبار یہیں سے

شروع ہوتا ہے۔

www.ahlesunnat.net

www.alahazrat.net

www.alahazratnetwork.org

از
صاحبزادہ
خورشید احمد
گیلانی



خدا کی بندگی اور شاہ کی نوکری

جس شخص میں بندگی رب کا ذوق راسخ ہو جائے وہ جہاں ہو اور جس حال میں ہو ایک ہی کیفیت میں سرخوش رہتا ہے، رنج و راحت میں سے کوئی بھی حالت اس پر طاری ہو اس کا ذوق بندگی متاثر نہیں ہوتا، حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھ کر بھی بندہ خدا ہی رہے اور حضرت ایوب علیہ السلام بستر عذالت پر لیٹ کر بھی یاد خدا میں مصروف رہے، حضرت سلیمان علیہ السلام آسمان میں متکبر نہ ہوئے اور حضرت ایوب علیہ السلام آزمائش میں برابر متکبر رہے۔

وہ لوگ دراصل ذوق بندگی سے محروم ہوتے ہیں جو بڑا عہدہ پا کر بھول جاتے ہیں اور تکلیف دیکھ کر اپنے رب کو بھول جاتے ہیں، بندے کا مقام یہ ہے کہ وہ ہر حال میں آداب بندگی ملحوظ رکھے۔ وہ شاہ دربار میں، بہت اونچی کرسی پالے یا کسی کاٹ کھانے والی تہائیوں میں ڈھکیل دیا جائے۔ وہ اپنے رب سے غافل نہ ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں وہ طاقت تھی کہ لوہا سونہ ہو جاتا تھا مگر وہ خود کو بندہ ہی سمجھتے رہے، کبھی خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، اور حضرت یوسف علیہ السلام ہر سونے تک جیل کی کالی کوٹھڑی میں رہے لیکن وہاں بھی لمبے بھر کو یاد خدا سے جدا نہیں ہوئے۔ غربت میں خدا کو یاد رکھنا اور ملامت میں اسے بھول جانا یہ بندے ہونے کی نہیں پودے ہونے کی دلیل ہے، بندہ سب سے پہلے اپنے رب کو دیکھتا ہے اس کے بعد باقی چیزیں آتی ہیں، دولت، شہرت، طاقت، جاہ و منصب اور شان شوکت، اور یہ بھی اللہ کی حکمت ہے کہ اس کے جو بندے اس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں وہ انہیں ہر دربار میں گردن جھکانے کی ذلت سے بچا لیتا ہے، جو اس کے سامنے عاجز و متواضع ہوتے ہیں انہیں وہ ہر محفل میں محترم و معزز بنا دیتا ہے۔

سلطان طغرل کے جاہ و جلال سے کون آگاہ نہیں، جس کی پیشانی ہر لمحہ غضب آلود رہی، ابر و ترش، اور لہجہ حاکمانہ، دربار میں کیا آتا کہ سانسیں رک جاتیں، کس کو کیا بلاتا کہ دم نکل جاتا، اور کسی جانب کیا دیکھتا کہ بڑے حوصلہ مند غش کھا جاتے، ایک بار اس نے اپنے وزیر ابو منصور کو قاصد کے ذریعے بلا بھیجا اور تاکید یہ کی کہ وہ جس حال میں ہو فوراً پہنچے، قاصد جب ابو منصور کے ہاں پہنچا تو وہ نماز میں مشغول تھا، قاصد نے باپنے ہوئے شاہ کا پیغام پہنچایا، ابو منصور نے قاصد کی بات سنی اور آنے کا کہہ کر دوبارہ مشغول عبادت ہو گیا، بہت دیر گزر گئی، طغرل کا بیٹا غضب چھلکنے لگا اور ابو منصور کے حاسدین اور مخالفین دل میں خوش ہونے لگے کہ آج ابو منصور کی ذلت کا تماشا دیکھنے کی دیرینہ آرزو برآئے گی۔

ابو منصور پورے اطمینان کے سے عبادت سے فارغ ہو کر شاعی دربار میں حاضر ہوا، یہی خواہوں نے سمجھا یا کہ سلطان طغرل نگڑا بیٹھا ہے اور بدخواہوں نے بھی خوب حاشیے چڑھا رکھے ہیں، ذرا احتیاط سے چاہیے اور غدر و جوش سمجھئے، سلطان نے ابو منصور کو دیکھتے ہی تقریباً دباڑتے ہوئے کہا کہ ”یہ ڈھٹائی اور گستاخی؟ حکم شاعی کی اس قدر تو ہیں؟ اور لا پرواہی کا یہ عالم؟“ ایک ہی سانس میں طغرل نے بہت ہی سرزنش کر ڈالی لیکن ابو منصور نے بڑے ٹخن اور انتہائی اعتماد سے کہا۔ ”بادشاہ معظم! میں پہلے خدا کا بندہ ہوں اور بعد میں آپ کا نوکر، جب تک بندگی سے فارغ نہ ہو لیتا آپ کی نوکری پر کیسے حاضر ہو سکتا تھا؟“ ابو منصور نے اپنا سلسلہ گزارشات جاری رکھتے ہوئے کہا ”آج مجھے جو آپ کا قرب، لوگوں میں اعزاز، شاعی دربار میں مقام، اور حکومت میں منصب حاصل ہے۔“

بقیہ صفحہ نمبر 03

مشرق وسطیٰ کی تحریکوں کی بے سمتی کے مضمرات



از: ظہور اختر بیدری

انصاف سب کو قومی مفاد یا ریاست کی سالمیت کے نام پر عوام کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ تیونس میں بھی زمین العابدین نے ریاضی مشینری کو عوام کے خلاف استعمال کرنے کی کوششیں کی۔ مصر اور لیبیہ کے حکمرانوں نے بھی ریاضی طاقت کا اس بھرپور طریقے سے استعمال کیا کہ ہزاروں مظاہرین قتل کر دیے گئے۔ لیبیا میں ابھی تک مشینری کو عوام کے خلاف بھرپور طریقے سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ کرتھ قذافی اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے پولیس، فوج، ٹینک، ہوائی جہاز سب کو عوام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں لیکن عوام کا جو شرخروش برقرار ہے۔ امریکا اور اتحادی اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ ایک الگ کہانی ہے۔ ہم آج صرف مشرق وسطیٰ کی عوامی تحریکوں، ان کے اہداف اور ان ملکوں میں پیدا ہونے والے سیاسی غلاء سے فائدہ اٹھانے والی طاقتوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ بات اب نہ تیونس کی رہی ہے نہ مصر یا لیبیا کی۔ اس خطے میں شروع ہونے والی تحریکیں اب پورے مشرق وسطیٰ کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں۔ اس حوالے سے یہ بات بڑی عجیب ہے کہ بعض عرب ممالک کی قیادت جن میں لیبیا، مصر، شام اور الجزائر وغیرہ شامل ہیں۔ ابتدائی دور میں اپنے عوام میں بہت مقبول رہی ہیں۔ پھر آج عوام کے خلاف سرکوں پر کیوں آگئے ہیں؟ عرب ممالک کی بڑی تعداد کی دولت سے مالا مال ہے جس کی وجہ سے ملک امیر عرب ملک ہوئے ہیں۔ ان ملکوں کے عوام میں غربت کا وہ عالم بھی نہیں۔ ہندوستان پاکستان اور سارک کے دوسرے ملکوں میں موجود پھر ان ملکوں کے عوام سرکوں پر آکر اپنی جانوں کی قربانیاں کیوں کر رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان ملکوں کے حکمرانوں نے

لگ بھگ پچھلے دو ماہ سے مشرق وسطیٰ میں جو عوامی تحریکیں چل رہی ہیں ان کا رد و رد نہیں بلکہ یہ تحریکیں مزید طاقتور بھی ہو رہی ہیں اور ان میں پھیلاؤ بھی آتا جا رہا ہے۔ تیونس سے ان تحریکوں کا آغاز ہوا۔ تیونس میں یہ تحریک اتنی توانا اور طاقتور تھی کہ تیونس کے صدر زین العابدین کو ملک سے فرار ہونا پڑا۔ بلاشبہ یہ عوام کی بہت بڑی کامیابی تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تیونس کے عوام کا مقصد صرف زین العابدین کو ملک سے بھگانا ہی تھا۔ یہ تیونس میں ایک ایسی تبدیلی لانا تھا کہ اس ملک کے بالادست طبقات کی اقتدار پر سے گرفت ختم ہو جائے۔ اگر تیونس کے عوام کا مقصد یہ تھا تو وہ اپنی تحریک میں کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے کیونکہ اسی اقتدار مافیہ سے جڑے ہوئے چہرے زین العابدین سے پیدا ہونے والے غلاء کو پر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مصر میں بھی عوامی تحریک اس قدر مضبوط تھی کہ مصر پر چالیس سال سے مسلط حسنی مبارک کو اقتدار چھوڑنا پڑا لیکن مصر کی تبدیلی ایک لحاظ سے پاکستان کی اس تبدیلی کا عکس ہے جس میں ایوب خان کی جگہ یحییٰ خان نے لے لی۔ اب مصری عوام مصدور کی طاقتور فوجی جنتا سے برسرِ پیکار ہے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ دنیا بھر میں سرمایہ دارانہ سیٹ اپ اس ہوشیاری اور عماری سے عوام پر مسلط کیا گیا ہے کہ ریاست کو ایک متحرک ادارہ بنا دیا گیا ہے۔ ریاست یا ملک سے وفاداری اس کے شہریوں کی حسب الوطنی یا ملک دشمنی کا معیار بن گئی ہے اور اس سے زیادہ بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ ہر ملک کا پڑھا لکھا دانشور طبقہ میڈیا میں ہی ملک یا ریاست سے وفاداری اور احترام کا درس دیتا ہے۔ اقتدار مافیہ ریاست کے ہاتھ پاؤں تاک کاں یعنی پولیس، رہنمزر، فوج، بیوروکریسی، قانون اور

سریہ سکوں کے جنگوں میں محفوظ کیا ہوا ہے اور بڑی بے خبری سے یہ
کسل خاندان مغربی ملکوں کو 55 ہزار ہولوں میں عیاشیاں کر رہے ہیں
اور عوام کی اس دولت کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھ کر لٹا رہے ہیں جس کی
وجہ ایک عربی عرصے سے عوام کے ذہنوں میں جولاد و پک رہا تھا وہ باہر آگیا
ہے۔ اس حوالے سے عرب عوام کی ناراضگی کی دوسری بڑی وجہ اسرائیل
کے فلسطینیوں پر مظالم ہیں۔ عرب عوام بجا طور پر حیران ہیں کہ
اسرائیل جیسا ایک چھوٹا سا ملک جس کی آبادی کراچی سے بھی کم ہے،
پورے عرب ملکوں پر کیوں حاوی ہے۔ جب عرب عام اس سوال کا
جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے سامنے یہ جواب سر
اٹھتا ہے کہ تمام عرب ملکوں کی مجموعی فوجی طاقت اسرائیل
کے مقابلے میں بہت کم ہے وہ اس کمزوری کی وجہ تلاش کرتے ہیں تو
یہ حقیقت ان کے سامنے آکھڑی ہوتی ہے کہ ان دولت مند ترین
ملکوں میں نہ صنعتی ترقی کا کوئی وجود ہے نہ یہاں جدید ہتھیاروں کی
کسی ملک میں صنعت موجود ہے۔ جب وہ اس خالی پر نظر ڈالتے ہیں
تو ان کے سامنے تین تین چار چار عشروں سے برسرِ اقتدار طبقہ مجرم کی
طرح کھڑا نظر آتا ہے اور چار چار چھ لاکھ کے شکرے اور تیز بیر
آجاتے ہیں جنہیں کندھوں پر بٹھا کر عرب شیوخ اور ان کی اولاد
ازاتی پھرتی ہے۔ عوام دیکھتے ہیں کہ ان کے ملکوں کو سائنس اور
ٹیکنالوجی کے شعبے موجود ہیں نہ تحقیق و ایجادات کے مراکز یہ وہ عوامل
ہیں جو عرب عوام کو مشتعل کر کے سرکوں پر لا رہے ہیں۔

عرب ملکوں کے عوام کی تحریکیں بلاشبہ تاریخی اہمیت کی حامل
ہے لیکن ابھی تک ان تحریکوں کی نہ سمتوں کا درست تعین ہو سکا ہے نہ
ان کے مقاصد واضح نظر آتے ہیں۔ ان تحریکوں کی اس کمزوری کی وجہ
یہ ہے کہ تقریباً تمام عرب ملکوں کے حکمرانوں نے اپنے اپنے
ملکوں میں سیاست کو ایک شہر منوہ بنا رکھا ہے۔ پورے مشرق وسطیٰ
میں عوام کی جاسوسی کا ایک ایسا زبردست نیٹ ورک بنا رکھا گیا ہے کہ
ہر شخص حکمرانوں اور سیاست کے حوالے سے بات کرنے سے خوف
زدہ رہتا ہے۔ اس خوف و دہشت کی وجہ سے نہ عوام سیاست میں
فعال ہو سکے۔ نہ ان ملکوں میں عوامی قیادت ابھر سکی۔ موجودہ عوامی
تحریکوں کے قائدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی قربانیاں کو ضائع
نہ جانے دیں بلکہ اپنی تحریکوں کی سمت اور اغراض و مقاصد کا تعین
کریں اور ان میں ترجیحات کو سامنے رکھ کر اپنی تحریکوں کی اس طرح
قیادت کریں کہ عوام دشمن حکمرانوں سے نجات کے بعد عوامی قیادت
ان کی جگہ لے سکے۔

یہاں اس بدنام حقیقت کی نشاندہی ضروری ہے کہ اگر یہ تحریکیں اسی
طرح بے سمت اور بے مقصد چلتی رہیں تو وہ رجعت پسند مذہبی
انتہا پسند طاقتیں جو موقع کے انتظار میں ہیں آگے بڑھ کر بڑے
شاہکارانہ انداز میں ان سیاسی خلاؤں کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے
جو موجودہ حکمرانوں کی غلطی سے پیدا ہو رہا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو عرب
عوام کی بدقسمتی انہیں صدیوں پیچھے دھکیل دے گی اور ان کی قربانیاں
ضائع چلی جائیں گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مشکل اور بد قسمتی یہ ہے کہ عوام کے غصے اور ان کی تحریکوں کی نہ کوئی
سمت نظر آتی ہے نہ ان کے سامنے کوئی ایسی متبادل قیادت موجود ہے
جو ان کی امنگوں اور خواہشوں کے مطابق اس خطے کے ملکوں کو ترقی
دے کر ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں لا کھڑا کریں۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے
کہ ان ملکوں کی تحریکیں ان ہی خطوط پر استوار نظر آتی ہیں جو پاکستان
میں 1968 اور 1977 میں دیکھی جاتی رہی ہیں۔ یعنی چوروں کے
چوروں میں تبدیلی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان ملکوں پر مسلط "مقبول
قیادت" اور راکٹ فیلز اپنی عملی سرگرمیوں کے حوالے سے عوام دشمن
اور رجعت پرست ہی نہیں بلکہ ان کی اکثریت امریکا کے غلاموں پر
مشتعل ہے۔ لیبیا پر مغربی ملکوں کے فضائی حملوں کا مقصد عرب عوام کو



مسلمان کا شخص
ممتاز ہونا چاہئے

آپ نے ارشاد فرمایا:
 امانی بعد! جہید باندھ دو، پرک چاڑھیں استعمال کرو اور جوتے پہنؤ۔۔۔
 ترمین معنوی قوت سے محروم ہو جائے گا۔ پس لباس، روایات
 زندگی کے طور طریقوں سے غیروں، خاص طور پر دشمنوں کی اندھی
 موڑے اور شلواریں پھینک دو۔ تم اپنے جدا امجد حضرت اسماعیل

مسلمانوں کی مقتدی بنا دے گی، مقتدائیں بنے دے گی۔ علامہ المسلمین کو ہر بھلائی ان کے پیچھے چلنے میں نظر آئے گی۔ اور یہ اس طرح پھیل کر رہا ہو جائیں گے جس طرح نمک میں پانی فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب دشمن دیکھے گا کہ تم اس کی تھید اور پیروی کر رہے ہو تو وہ تمہیں حقیر جانے گا۔ اس کی نگاہ میں تمہارا مقام حقیر ہو جائے گا اور تمہاری ہیبت اس کے دل میں کم ہو جائے گی۔ بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جب آپ نے اپنی ذات اور شخصیت کو کھو دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے بہت بڑا ہتھیار ضائع کر دیا۔

حضرت فاروق اعظم نے افواج کو مضبوط جوتوں کے پہننے کا حکم دیا۔۔۔ قحطی اور ٹپکے پھٹکے موڑے پہننے سے منع فرمایا۔ تاکہ پیڈل چلنے سے ان کی بڑی مضبوط ہو اور دائرہ حیات دینے اور میدان جنگ میں انکے پاؤں جہاد کے لئے مضبوط ہوں (نرم و نازک جو تے پہننے والا میدان جنگ میں مطلوبہ ثبات قدمی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا)۔

اسی طرح امیر المومنین سے سپاہیوں کو کچی الامکان و صوب میں رہنے کا حکم دیا۔ تاکہ ان کے اجسام تندرست اور توانا رہیں۔ کیونکہ و صوب بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ مجاہدین ایسے شہروں میں جا پیچھے تھے جن کی فضا جنگلوں والی تھی۔ انہیں خوف محسوس ہوا کہ کہیں شہری آبادیوں کی سایہ دار جگہوں پر رہنے سے مجاہدین شہری بیماریوں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ علاوہ ازیں وہ نئی فضاء نئے کھانے اور نئی ہوا سے ماؤں نہیں تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ تم شہسواروں اور اخلاق و عادات میں اپنے جدا انجد محمد بن عدنان کا طریقہ اپناؤ۔۔۔ فرمایا: (تمحد و اولاد اشوشنوا) تم اپنے لباس اور طور اطوار میں درختی اور کھرا دار پن اپناؤ، تاکہ تمہارے اجسام جنگلوں کے متحمل ہو سکیں۔ اور دشمنوں کے مقابلے کے وقت مشقت، جھگڑائی اور گرمی کو برداشت کر سکیں۔۔۔ رہا نرم و نازک اور بیش و عشرت کا عادی تو وہ اس طرح پھیل جائے گا، جس طرح نمک پانی میں پھیل جاتا ہے۔ اس میں اتنی طاقت نہیں ہوگی کہ وہ ثابت قدم رہ سکے اور مصیبتیں برداشت کر سکے۔

آپ نے حکم دیا (اخلوا) کہ ہمیشہ جنگ کے لئے تیار رہو۔

بے مقصد فارغ رہ کر اپنی طاقت اور شہسواروں کی صلاحیت ضائع نہ کرو۔۔۔ بلکہ جب بھی جنگ کا پیرہ گردش میں آئے، تم آمادہ جہاد رہو۔۔۔ اور ایک آرڈر پر فوراً حرکت میں آ جاؤ

سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا اقلعو الکرک یعنی گھوڑوں کی پشتوں سے رکابوں کو ختم کر دو (وانوا علی ظہورہا) یعنی گھوڑوں کی رکابوں میں پاؤں رکھ کر بغیر چلاؤں گا کر ان پر سوار ہو جاؤ۔ اور رکابوں کے بغیر ان پر سوار ہونے کی عادت ڈالو۔۔۔ کبھی تمہیں فوری طور پر سوار ہونے کی ضرورت پڑی تو تم جست لگا کر ان پر سوار ہو سکو گے اور سرکش گھوڑے کو قابو کر سکو گے۔ طاقت ور بہادر دلوں اور ماہر شہسواروں کا یہی طریقہ ہے۔ دشمن جب مجاہدین کو رکابوں کے بغیر ایک جست میں گھوڑوں پر سوار ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو ان سے مرعوب ہو جائیں گے۔ نیز ان کی چستی اور طاقت سے خوف زدہ ہو جائیں گے۔ نیز افواج کو حکم دیا (ارحموا الاراض) عیناںوں پر تیر پھینکو۔۔۔ اور صحیح نشانے پر تیر مارو۔۔۔ نشانہ بازی کی مشق کرو۔۔۔ تاکہ تمہیں جنگ میں کام دے۔۔۔ اور تم دشمن کو صحیح نقصان پہنچا سکو۔۔۔ آج فوجیوں کو جنگی مشقیں کروائی جاتی ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ راکٹ اور بم برساتیں اور نشانے پر برساتیں۔

رسول اللہ ﷺ تیر اندازی اور گھڑسواری پر ابھارا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے فن لم یرم فلفس منا جس شخص نے تیر اندازی نہیں کی وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔ رمیا فی اسماعیل فان اباکم کان رامیا۔ اے اولاد اسماعیل تیر اندازی کرو تمہارے جدا انجد بھی تیر انداز تھے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

ارم سعد اشد اک ابی وادی

سعد! تیر چلاؤ! تم پر ہمارے والدین فدا ہوں

میں نے اسی سلسلے میں ایک قصیدے میں یہ اشعار کہے ہیں:

فرمایا نبی اسماعیل ان اباکم

لقد کان یوم البقیع اکیس رامیا

فرمایا سن لم یرم فلفس

اذ اشجرت بین النہیں العوالیا

اسے اولاد اسماعیل! خوب تیر اندازی کرو، بے شک تمہارے جدا مجد جنگ کے دن ماہر تیر انداز تھے۔

تو خوب تیر اندازی کرو اور جو تیر اندازی نہیں کرتا وہ اس وقت کامیاب نہیں ہوتا جب لشکر میں بلند و بالا نیزے کھسم گھٹا ہو جائیں۔

تبصرہ

یہ اسلامی افواج کے نام سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ سپاہ اسلام کے دلوں میں طاقت، مردانگی اور شہسواری کی روح پھونک دیں۔ انہیں افواج اسلام کے بارے میں سب سے زیادہ خوف خوش حالی اور عیش و عشرت کا تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو ایک مرد کے دل میں سمجھو پن، زمانہ پن اور بزدلی پیدا کر دیتے ہیں۔ فوجیوں کے دل عیش و نشاط اور راحت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ فریضہ دعوت ادا کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ اور شدت جنگ میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

اسلامی فوجوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہدایتی حکم پر پورا پورا عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت میں اضافہ کیا اور عزت میں بھی برکت عطا فرمائی۔ انہوں نے روئے زمین کے اطراف و اکناف میں کلمہ توحید کی تبلیغ کی۔ اور حیران کے مقابل آریاس کا قلع قمع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دنیا کو فتح فرمادیا اور انہیں ان کے مقاصد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ضروری ہے کہ حکمران اور امراء اپنے لشکروں کو یہی حکم دیں۔ اور رغبت کرنے والوں کو اسی میں رغبت کرن چاہئے۔

تجربہ (۲): حضرت مصطفیٰ نے مسلمانوں میں پائی جانے والی خطرناک بیماری پر تنبیہ فرمائی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلموں کی قتالی مسلمانوں کے تشخص کو جہاں کرنے کا باعث بنتی ہے، جب ہمارے حکمران داڑھی اور پروے کا مذاق اڑائیں، بظلوں میں کتے لے کر تصویریں پکھوائیں، بیگمات کو بے پردہ زینت محفل بنائیں تو عوام میں اسلامی تشخص اپنانے کا جذبہ کہاں سے پیدا ہوگا اور غیر مسلموں سے مرعوب ہونے کی روایت کب ختم ہوگی؟ کوئی شخص پیش کوٹ چین کر اور نائی لگا کر کسی بڑے سے بڑے افسر کے پاس چلا جائے

اور انگریزی میں گفتگو کرے تو وہ افسر اس نیاز مندی سے پیش آئے جیسے آنے والا افسر ہو اور یہ اس کا ماتحت، انڈیا کی نشریات کا شکار، انڈین ٹیلی ویژن دیکھنا اسی طرح غیر ملکی چینل دیکھنا کسی طرح معیہ نہیں سمجھا جاتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم بول چال، لباس اور بے حیائی ان کی تقابلی باعث فخر سمجھتے ہیں، دوسروں کا تو کیا رونا خود پاکستہ ٹیلی ویژن بے پردگی اور بے حیائی میں دوسروں کے دوش بدوش پر ترقی سمجھتا ہے۔ شرف قادری۔

ماخوذ از دلول انکیر ز خوشبوئیں

مترجمہ علامہ عبدالکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

بقیہ۔ کیا مسلمی جنگ شروع ہو چکی ہے؟

جنگ کی نئی حکمت عملی کو واضح کیا ہے صیہونی وراصل امریکہ کے امر حکمران ہیں انہوں نے مسلمان ملکوں میں اپنے ایجنٹ تعینات رکھے ہیں جو ریاست سے ناراض لوگوں کو فتنہ زدے کران سے گناہوں کا قتل عام کر داتے ہیں یہ حملے ایک طے شدہ منصوبہ حصہ ہیں اور ان کا ایک مقصد ملک میں فرقہ واریت کو ہوا دینا۔ عراق میں کیا ہوا؟ وہاں شیعہ سنی تنازعے نے شدت اختیار کر لی پاکستان میں بھی کوششیں جاری ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں جاری تشدد لبرتھن کا نام نہیں لے رہی شام تازہ ترین بدف ہے موجودہ حالات میں یہ محض سوچو ہے کہ اسرائیلی شام پر حملہ نہ کر دے آہستہ آہستہ پورا مشرق وسطیٰ بد امنی کی لپیٹ میں آ رہا ہے جس سے امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں کو مسلمان ملکوں پر حملے کا جواز مل رہا ہے اس اسرائیلی کو بھی اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لئے شامی ہے آج مشرق وسطیٰ کے مسلمان بالکل اسی طرح امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں جس طرح ہسپانوی عوام کو شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا نے استعمال کیا تھا اب وقت ہے دنیا میں آباد مسلمان اور ان کی حکومتیں دوش کے ناخن ہونے اپنے خلاف سرگرم عمل طاقتوں کو پچھائیں غیر مسلموں نے اعلامیہ طور پر مسلمان کے خلاف صلیبی جنگوں کا آغاز کر دیا ہے اس مسلمانوں کو اپنے باہمی اختلافات بھلا کر متحدہ ہو جانا چاہئے مسلمان نہ جائے تو ان کا حشر بھی اچھین کے مسلمانوں سے زیادہ نہیں ہوگا۔

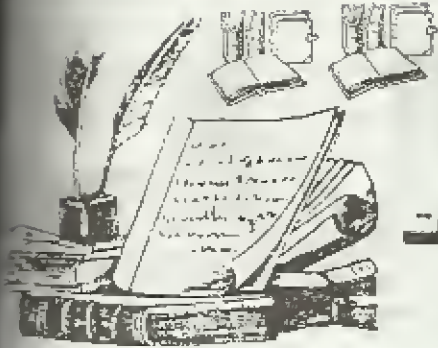
از: محمد حسن صدیقی کیا صلیبی جنگ شروع ہو چکی ہے؟

امریکہ جس طرح مشرق وسطیٰ میں حالات خراب کر رہا ہے اور مسلمان ملکوں کے خلاف فوج کشی کر رہا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا قاعدہ شروع کر دی ہے لیکن مسلمان ممالک کے حکمران حالات کی سنگینی کا ادراک نہیں کر رہے مسلمانوں کے خلاف امریکی مہم میں پوری عیسائی دنیا کی بھرپور معاونت شامل ہے لیکن مسلمان ممالک اب بھی متحد نہیں ہو رہے کئی مسلمان ملکوں کے حکمران تو لیبیا کے خلاف لڑائی میں امریکہ کے ساتھ ہیں اب بھی وقت ہے کہ یہ حکمران متحد ہو جائیں ورنہ اتھین میں مسلمانوں کا جو حال ہو مشرق وسطیٰ میں بھی وہی صورتحال پیدا ہو سکتی ہے۔ لیبیا پر حملوں کے نتیجے میں سینکڑوں سوئین مارے جا چکے ہیں اس مسلم کش لڑائی کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ متحدہ عرب امارات اور قطر بھی لیبیا کے خلاف اتحاد میں شامل ہو گئے ہیں۔ 1492 میں اراگون کے شاہ فرڈیننڈ دوم اور ان کی ملکہ ازابیلا اول نے مسلمان ریاست مگریناؤ کو فتح کر لیا اتھین میں مسلمانوں کا آخری طاقتور گڑھ تھی یہی وہ وقت تھا جب مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار کر دیا اور اس وقت تک حوصلہ افزائی کی جب تک آخری مسلمان ریاست پر بھی قبضہ نہیں ہو گیا اور سارے مسلمان حکمران بھاگنے پر مجبور نہیں ہو گئے۔ اتھین کے مسلمانوں کے سامنے تو حجاب و رنگی تھیں کہ وہ یا تو عیسائی ہو جائے یا اتھین چھوڑ دیں پہلی جنگ عظیم میں مغربی اتحادیوں نے یہی حربہ سلطنت عثمانیہ کے خلاف آزمایا انہیں عربوں کی معاونت حاصل تھی اور نتیجہ یہ نکلا کہ سلطنت عثمانیہ کو شکست سے دوچار ہونا پڑا وہ وقت اور آج کا وقت مشرق وسطیٰ سے میں امن قائم نہیں ہو

اور خطہ آج بھی سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے اب امریکہ مشرق وسطیٰ میں پرانا حربہ استعمال کرتے ہوئے تقسیم کردہ اور شکست سے دوچار کردہ کی پالیسی پر عمل پیرا ہے جب امریکہ نے عراق پر حملے کے لئے اتحاد تشکیل دیا تو کئی مسلمان ممالک نے کامدھے پیش کر دیے امریکہ کو مدد فراہم کرنے والے اسلامی ملکوں نے یہ سوچنا بھی گوارا نہ کیا کہ اس حملے کے نتیجے میں مرنے والے ان کے مسلمان بھائی ہیں افغانستان پر امریکہ نے زبردستی قبضہ کر رکھا ہے پاکستان پر ذروں حملے ہو رہے ہیں اس کے باوجود مسلمان امداد خطرے کی گھنٹی کا ادراک نہیں کر رہی لیبیا پر حملوں کا جواز یہ گڑھا گیا ہے کہ یہ لیبیائی عوام کو قذافی کے مظالم سے بچانے کے لئے ہے لیکن اب تک عوام ہی مارے گئے ہیں انسانیت کے اس قتل عام پر انسانی حقوق کے کسی عالمی ادارے نے آواز نہیں اٹھائی بلکہ سلامتی کونسل نے تو لیبیا پر حملوں کی باقاعدہ اجازت دی ہے کسی مسلمان ملک کو بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ روس نے سلامتی کونسل میں ہونے والی دھمک میں ووٹ نہیں ڈالا روس کی مسلمان دشمنی کی تاریخ بہت پرانی ہے وہاں مسلمانوں کا بے دردی سے قتل عام ہوا اور یہ سلسلہ بیسویں صدی تک جاری رہا مسلمان ملکوں کو یہ بات سمجھ میں آئے نہ آئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پوری عیسائی دنیا مسلمانوں کے خلاف متحدہ ہے جب صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا تو ان کے پیچھے یہی جذبہ کارفرما تھا اور یہی جذبہ آج بھی مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ میں کارفرما ہے۔ مشرق وسطیٰ پر اجارہ داری کی تین وجوہات ہیں۔

1۔ خارجہ پر کنٹرول تجارتی راستوں پر اجارہ داری اور اسرائیلی ریاست کا دفاع ان اہداف کو پانے کے لئے امریکہ اور اس کے اتحادی خطے میں کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔

2۔ بقیہ صفحہ نمبر 12



تعمیر معاشرہ اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات

از: محمد عرفان حسین قادری

ہو سکے نیز پیالے کی ٹوٹی ہوئی طرف پانی پینے کو اس لئے منع فرمایا۔ انکو صاف کرتے وقت یا دیگر اشیاء ڈالنے والے وقت نیل کچیل اور تہ جمع ہو جاتے ہیں جو متعدد بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔

بخاری شریف اور مشکوٰۃ المصابیح میں ایک حدیث یہ بھی ہے حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ جب کبھی کسی بیمار کی پیار پر کسی کے لئے جاتے تو اسے کہتے قطرے کی بات نہیں انشاء اللہ پاکیزگی اور سلامتی ہوگی۔

اسی طرح ترمذی، ابن ماجہ اور مشکوٰۃ میں ایک حدیث حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اس کی درازی عمر کے متعلق دل خوش باتیں کرو کیونکہ اس کا ہرج نہیں اور مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نظریات و افکار کے مطابق مریض کی نفسیاتی تسکین بہت ضروری ہے جس دور میں آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مبعوث فرمایا وہ

آج کے دور کی طرح وسیع بیانات پر سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ اس کے بارے میں تفصیلی رہنمائی فرماتے لیکن بھی آپ نے اس کے لئے رہنما اصول بیان فرما دیئے۔ کیونکہ آ

ئی آخر الزماں تھے اور قیامت تک کے لئے دنیا کے علوم و فنون قافلوں کے لئے آپ نے ہی رہنمائی فرمانا تھی اس لئے آپ نے

علم کو بھی ایک خاص نفع عطا کی مگر آپ نے سائنسی علوم کی جو راہ دکھائی وہ قرآن کے مطابق تھی اور آج کے اس سائنسی فلسفہ کے خلاف تھی جس میں بغیر خدا تصور کائنات اور انسانیت کا حیوانی تصور پایا جاتا ہے۔

مسلم اور ریاض الصالحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا لعنت کے کاموں سے بچو لوگوں نے پوچھا۔ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ یہ ہیں کہ کوئی شخص لوگوں کی گذرگاہ میں گندگی پھیلائے۔

چونکہ مذکورہ عبارت میں اتنی صریح وضاحت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس ضمن میں نظریات وضاحت کے محتاج نہیں۔ جدید علم طب میں امراض کے پیدا کرنے اور ان کے پھیلانے کا سب سے بڑا اور اہم سبب جراثیم ہیں ان جراثیم کے انسداد اور ان سے بچنے والے امراض سے نجات حاصل کرنے کے لئے اطباء حفظان صحت کے اصولوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور صفائی کے ساتھ ساتھ دوسری احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ یہ آج جن باتوں کا ذکر کرتے ہیں ساڑھے چودہ سو برس قبل رسول اکرم ﷺ نے اپنے افکار و نظریات سے انہیں آشکار فرمادیا۔

آپ ﷺ یہ ہدایت فرمایا کرتے کہ برتنوں کو ڈھانپ کر رکھو اور مشکیزوں کے منہ بند کر کے رکھا کرو۔ ایک اور حدیث ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”حضور نے مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ اسی طرح ابوہریرہؓ نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضور نے پیالے کی شکن سے پانی پینے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پانی میں سائنس نہ لینے اور پھونک نہ مارنے کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان کے اندر سے جو ہر باخارج ہوتی ہے وہ معزز صحت ہوتی ہے جس کو باخارج کرنے کا مقصد ہی محض یہ ہوتا ہے کہ اس کے بدلے تازہ اور خوشگوار ہوا حاصل

آنحضرت ﷺ کے دیئے ہوئے سائنسی نظریات کے مطابق ہی مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں سائنس کے قافلے کی سربراہی کی اور اسے یہاں تک عروج و کمال بخشا کہ آج مغربی مفکرین بھی ان کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔

سائنس دراصل کائنات کے مشاہدہ اور تخلیقات خداوندی پر غور و فکر کے بعد حاصل ہونے والے نتائج کا نام ہے اور اسی چیز کی رسول کریم ﷺ نے بار بار تاکید فرمائی ہے۔ آپ کے افکار و نظریات قرآن حکیم کے مطابق ہیں اور قرآن پاک یہ فرماتا ہے کہ

ان زمین میں چل پھر کر دیکھو۔ (محبوبت)

ب۔ زمین و آسمان میں نظر دوڑاؤ۔ (یونس)

ج۔ زمین اور آسمان کی تخلیق پر غور کرو۔ (اعراف)

قرآن پاک کی روشنی میں آنحضرت ﷺ نے آج سے چودہ سو برس قبل وہ سائنسی اعجاز و فکر پیش کیا جس کے بعض گوشوں کو آج کے سائنس دانوں نے بڑی جستجو کے بعد دریافت کیا ہے۔ آج کے سائنسدان جس تحقیق اور تفکر پر آج بہت زور دیتے ہیں صدیوں پہلے آنحضرت ﷺ قرآن حکیم کی زبان میں یہ ارشاد فرمایا کہ:- اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ تفکر کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔ (الجمہ - رکوع ۲۰)

آج کی حقیقت اس حقیقت کو بھی آشکار کرتی ہے کہ نرا اور مادہ صرف انسانوں میں ہی نہیں بلکہ پودوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جہالت کے اس دور میں ہی خدا کے کلام (سورہ یسین) آیت (۳۶) اس بات کی وضاحت فرمادی تھی۔

سائنس نے آج زمینی آفتوں اور زلزلوں اور طوفانوں وغیرہ اور کچھ آسمانی آفتوں بجلی گرنے وغیرہ کے علاوہ فضا کی تحقیق سے ایسی بہت سی دوسری آسمانی آفات کا بھی پتہ چلایا ہے جن کا پہلے علم نہ تھا۔ مثلاً سورج سے خارج ہونے والے تیز رفتار برقائے ہوئے ذرے جو بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں ان ذرات کی ضرر رسانی سے بچنے کے لئے خلا باز خلائی سفر کے دوران کئی ایک حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہیں انہی آفتوں کے بارے میں صدیوں پہلے قرآن حکیم کی زبان میں رسول کریم ﷺ نے اظہار فرمایا (دیکھیں سورہ ملک آیات ۱۶-۱۷)

سائنس کے اسلامی اور نبوی نظریات ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ تخلیقات عالم کا بغور مشاہدہ کر کے معرفت خداوندی حاصل کرو اور دلوں کو خشیت الہی کی صفت سے متصف کرو چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:- کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے بادلوں سے پانی برسا یا پھر ہم نے اس کے ذریعے رنگ رنگ کے پھل لگائے اسی طرح پہاڑوں میں سرخ اور سفید رنگ کے طبقات ہیں جن کے رنگ اور قسمیں مختلف ہیں ان میں سے بعض کا لے بھجنگ ہیں اسی طرح انسانوں اور جانداروں اور موشیوں کی بھی رنگتیں اور قسمیں جدا جدا ہیں اور بے شک جو لوگ (ان کے) عالم ہیں ان کے دل خشیت الہی سے لرز جاتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے (فاطر)

ان آیات میں کائنات کے مختلف شعبوں یعنی موسمیات، طبعیات، کیمیا، نباتات، طبقات الارض، علم الجبال، علم الانسان اور حیوانات کے شعبوں میں مشاہدے اور غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف تو ان کے دلوں میں گھر کر رہا ہے جو ان علوم میں گہری نظر رکھنے والے ہوتے ہیں۔

خلا نوردی اور نبوی تحقیقات کے بارے میں یعنی تقریباً تمام سائنسی موضوعات کے لئے آنحضرت ﷺ نے قرآن پاک کی روشنی میں ارشادات فرمائے۔ ان ارشادات اور افکار پاک کی روشنی میں سائنس کو بھی ایک عبادت ہی کے طور پر اپنانا چاہئے کیونکہ سائنس سے محض مادی فوائد کی آس نہیں لگانا چاہئے بلکہ ایک مسلمان کو اس سے روحانی فیضان یعنی خدا کی معرفت تلاش کرنی چاہئے۔

آنحضرت ﷺ کے افکار و نظریات کی روشنی میں ہر مسلمان سائنسدان کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ کائنات کے ایک ایک ذرے کی خالق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور اسی نے کائنات کی ہر چیز کو انسان کے لئے مسخر کر دیا تاکہ وہ اس سے فوائد حاصل کر سکے۔ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو جو پہلا سبق دیا وہ توحید کا سبق تھا اور یہی سبق مسلمان کی زندگی کی اساس ہے اور ایک مسلمان سائنسدان کے غور و فکر کا نقطہ آغاز بھی یہی توحید ہے اور نقطہ انجام بھی یہی اس لئے اس وسیع و عریض کائنات میں ہر کچھ سے ہوئے مطلقاً ہر قدرت، سطح، سطح اور طبقہ و طبقہ، معنوی و وحدت کے رشتوں میں پروئے ہوئے ہیں وہ تو ان میں جن

کی جستجو میں وہ لگا رہتا ہے اور جستجو اسے بلند سے بلند تر حقائق سے آشنا کرتی چلی جاتی ہے اور یہی سائنس کی ترقی کا راز ہے۔ جس طرح طب اور نفسیات آپس میں گہرا رشتہ ہے ریاضی ایک ایسا علم ہے جس کی انسان کو زندگی کے ایک ایک قدم پر ضرورت اور اس کے بغیر انسانی زندگی فلاح و ترقی کے ذریعوں پر نہیں چڑھ سکتی۔ ریاضی کا اسلامی تعلیمات میں اپنا خاص مقام ہے کیونکہ اس کے بغیر اسلام کا نظام میراث اور احکام وراثت کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ ریاضی کے بنیادی اجزاء میں ایک یہ ہے کہ ہم اساسی طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے پیدا کرنے والے نے ہمارے ذہن میں کچھ بنیادی تصورات رکھ دیئے ہیں مثلاً عدد کا تصور، نقطے کا تصور وغیرہ یہ اشیاء کے نام ہیں جن کی تعریف نہیں کی جاسکتی مگر وجدانی طور پر ان کا تصور ہمارے اندر موجود ہے۔ وقت کا تصور اور قوت وغیرہ بھی تو وہی قسم کے اسماء ہیں جو وجدانی تصورات ایسے بھی ہیں جو زبان کے عام استعمال سے متعلق ہیں جیسے چوٹا، بڑا، نیچے اور وغیرہ۔

ریاضی کے بنیادی اجزاء میں دوسری اہم قسم مسلمات یا بدیہیات کی ہے یعنی موجودات کے متعلق بعض ایسے حقائق جن کو ہم بغیر ثبوت کے تسلیم کر لیتے ہیں جیسے یہ کہ وہ مختلف نقاط سے ایک اور صرف ایک خط متعلق ہوتا ہے وغیرہ۔ آئیے اب دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ نے قرآن حکیم کے ذریعے ہمیں جو تصور دیا منسربین نے اس کو کیسے واضح کیا ”علم آدم الاسماء“ کی تفسیر میں رازی نے اسماء سے مراد حقائق الاشیاء کا علم لیا اور بیضاوی کے نزدیک الاسماء سے مراد الفاظ یا صفات ہیں جن میں مدركات، معقولات، محسوسات، تجليات اور موجودات کا اور اک شامل ہے۔

ہر مسلمان کو ایمان بالغیب کی تاکید کی گئی ہے اور اس کے بارے میں متعدد مواقع پر قرآن و حدیث میں ارشاد ہوا ہے جس طرح ایک مسلمان کو ایمان بالغیب کی سخت ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ریاضی کے شعبہ میں بھی ایمان بالغیب کے بغیر آدمی آگے نہیں بڑھ سکتا اسلامی تعلیمات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام اور آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو ریاضی کی بنیادی روح بھی عطا کی۔

معانیات کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے افکار اور نظریات قرآنی

تعلیمات کے عین مطابق ہیں جو بہترین نظام معیشت کے ترجمان ہیں اسلام جہاں پیداوار میں اضافے اور معیشت کی ترقی و فروغ کی پالیسی اختیار کرتا ہے وہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ آمدنی جائز ذرائع سے حاصل کی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ”انسان کی بہترین روزی اس کی اپنی مزدوری ہے“۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کرنے والا اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے محروم رہے گا۔ نیز رسول اکرم ﷺ نے رشوت لینے دینے والے دونوں پر لعنت کی اور ایسا ہی سود لینے اور دینے والوں نسبت فرمایا۔

معانیات کے عالم اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ نظام معیشت اس طرح قائم ہو کہ دولت چند ہاتھوں میں ہی جمع نہ ہو جائے۔ اس نے اس بات سے صدیوں پہلے آگاہ کر دیا تھا کیونکہ اس نے طرح طرح کے معاشی مسائل پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ یوں تو اسلام نے دو صدقات واجبہ اور انفاق وغیرہ کے اول پیش کے مگر پھر بھی آنحضرت ﷺ نے معیشت کے استحکام کے لئے ارشاد فرمایا کہ ”چنگ مال زکوٰۃ کے سوا اور بھی حق ہے“۔ معیشت کے جو بنیادی اصول ہیں ان میں ایک فرد پر پیداوار اور دوسرے یہ کہ دولت کی منصفانہ تقسیم اصول کے مطابق انسان کو محنت کرنے اور پیداوار بڑھانے گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر ارشاد نبوی درج کیا گیا ہے ”انسان کی بہترین روزی اس کی اپنی مزدوری ہے“۔ یعنی اسے پوری محنت اور تہجدی پیداوار کے اضافے کے لئے کام کرنا چاہئے اور ساتھ آج کو بھی دے دیا کہ مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل چائے تاکہ وہ پوری طرح مطمئن رہے۔

آنحضرت ﷺ کا معاشی عدل چاہتے تھے۔ صحیح مسلم شریف میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”جس کے پاس زائد سواری ہے وہ اس سے دے دے جس کے پاس سواری نہیں جس کے پاس زائد خوراک ہے وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس خوراک نہیں“۔ آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث بہت معروف ہے کہ ”وہ شخص مومن نہیں جو خود کو بھوکھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا پڑا رہے۔“

بقیہ صفحہ نمبر 3

جرتازہ میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔

اسلامی صحافت

از:

منیر احمد خلیلی

کے لادنی تقاضے



ہم ارباب قلم اور علمائے اسلام کو آواز دیتے ہیں کہ وہ دیئے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔

شائع ہوتا رہا۔ قرائی ذرائع میں کبھی صرف کتابیں، رسالے اور اخبارات شامل تھے، آج انٹرنیٹ کا جن پوتل سے نکل کر ان سب پر چھا گیا ہے۔ اس نے لوگوں کی ہرجاوند کتب سے بٹا دی ہے۔ گزشتہ ایک ڈیڑھ عشرے سے مطالعہ کے ذوق اور سرگرمی پر جو حند گہری ہوئی جارہی ہے، وہ اسی پوتل کا دھواں ہے، جس سے یہ جن نکلا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں انٹرنیٹ ایجاد ہوا اور اس کا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ استعمال شروع ہوا وہاں تو کتاب خوانی کے رجحان میں کوئی کمی نہیں آئی، ہر ماہ میں تو ہر مہینے کسی نہ کسی موضوع پر کوئی کتاب چھپی اور Best Seller کا درجہ پا کر لاکھوں قارئین کے ہاتھوں میں اور مطالعہ کی میز پر پہنچ جاتی ہے، لیکن ہماری نگاہیں انٹرنیٹ سے الٹی خیر ہوئی ہیں کہ اس کے سوا کچھ اور سمجھائی نہیں دے رہا ہے۔

اخبارات اور رسائل کے بعد ریڈیو میڈیا کا حصہ بنا، اس سے حالات و حوادث سے آگاہی میں اور وسعت آئی۔ ہمارے ہاں ۷۰ء کے عشرے میں بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی کی آمد ہوئی، پھر رنگین ٹی وی نے آکر واقعات و شخصیت کو متحرک اور Live حالت میں ناظرین کے سامنے پیش کرنا شروع کیا تو ان کے اثرات کا دائرہ اور زیادہ پھیل گیا۔ اب واقعات محض خبروں کی صورت میں نہیں بلکہ اپنی اصلی صورت میں نگاہوں کے سامنے آتے گئے۔ اس وقت سنی اور بصری ذرائع ابلاغ کی برابری میں ایک اور رکن یعنی موبائل فون کا بھی اضافہ ہو چکا ہے

میڈیا، جرنلزم یا صحافت کیا ہے۔۔۔؟

سادہ الفاظ میں خبروں کے جمع کرنے، لکھنے اور ان کو نشر یا شائع کرنے کے نظام یا شعبے کے نام صحافت یا میڈیا ہے۔ ذرا وسیع معنوں میں وہ قرائی، سمعی اور بصری ذرائع جن کے ذریعہ حادثات و واقعات، مسائل اور رجحانات و میلانات کے بارے میں معلومات اکٹھی کی جاتی ہیں، ان کی سند اور صداقت کے بارے میں تحقیق کی جاتی ہے اور پھر ان کو اخبارات و رسائل، ریڈیو، ٹی وی یا انٹرنیٹ پر نشر کیا جاتا ہے، یہ تمام امور میڈیا کی تعریف میں آتے ہیں۔ موجودہ دور میں تنوع میڈیا کا دائرہ اتنی وسعت حاصل کر چکا ہے کہ اطلاعات و معلومات اور آواز و افکار عوام تک پہنچانے کا یہ واحد ذمہ دار یا ٹھیکیدار بن گیا ہے۔ لفظ میڈیا کے رواج عام سے پہلے اس نظام کے لئے اردو میں صحافت اور انگریزی میں جرنلزم Journalism کی اصطلاح عام تھی جو فرانسیسی زبان کے Journal اور لاطینی زبان کے Diurnal سے ماخوذ تھی، جس کا مطلب روزنامہ ہے۔ روم میں The Acta Diurna ہاتھ سے لکھے ہوئے خبری لیٹن کو کہا جاتا تھا، جو کسی اہم پبلک مقام پر رکھ دیا جاتا تھا اور لوگ وہاں جمع ہو کر اسے پڑھتے اور اس دن کی تازہ خبر سے آگاہ ہوتے تھے۔ یہ گویا دنیا کا پہلا اخبار تھا، لیکن انگریزی زبان کا پہلا اخبار Daily Courant ۱۷۰۲ء سے ۱۷۲۵ء تک

میڈیا کا دائرہ کار یا ذمہ داری

میڈیا کی ذمہ داریوں میں معروضی انداز میں خبر دینا، حالات سے باخبر رکھنا، واقعات کے پس منظر پر روشنی ڈالنا، حقائق کی تہ تک پہنچنا، انسانی معلومات سے تھوڑا آگے جا کر اس کے شعور کو اجاگر کرنا، ایک خاص نفع پر اسے ساری اور معاشرتی تقاضوں کے مطابق لوگوں کے رویوں اور رجحانات کی تعمیر کرنا شامل ہیں۔ جدید دور کے میڈیا نے خبر دینے کے ساتھ خبر لینے کو بھی اپنے مقاصد میں شامل کر لیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میڈیا جہاں ہر طبقے، ہر گروہ اور ہر سیاسی پارٹی، مذہبی جماعت اور سماجی تنظیم کی سرگرمیوں کی معروضی انداز میں خبریں دیتا ہے۔ وہاں وہ عوامی نمائندگی کرتے ہوئے ان جماعتوں اور تنظیموں اور گروہوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر ان کا مواخذہ اور محاسبہ بھی کرتا ہے تاکہ ان کی کوئی پالیسی اور سرگرمی قومی مفاد اور سماجی بہبود کے خلاف نہ ہو۔ میڈیا کی اسی اہمیت کے باعث اس کو جمہوری نظام کے اہم ترین ستونوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ان مقاصد کو سامنے رکھا جائے تو میڈیا کا کردار بڑا مقدس نظر آتا ہے، قومی ذمہ داری کے اعتبار سے ملک و قوم کی اساسات سے ہم آہنگ اعتقادات اور نظریات، افکار اور تعمیری رجحانات، میلانات کو فروغ دینا میڈیا کا اصل کام سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح ایک استاد سے یہ توقع کرنا بعید از امکان ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو برائی کی تعلیم دے گا اور جرائم کا عادی بنائیگا۔ اسی طرح میڈیا کے بارے میں یہ سوچنا انوکھی بات سمجھی جاتی تھی کہ وہ ان اخلاقی رویوں اور افکار و عقائد کا پرچار کرے گا جو قومی مقاصد سے متصادم ہوں۔

جو معیارات و اصول اب قصہ پارینہ ہیں

ایک وقت تھا جب ایک مشن کے سوا میڈیا کا کوئی اور کردار تصور میں ہی نہیں آ سکتا ہے۔ ہماری ماضی قریب کی تاریخ میں سامراج سے آزادی کی جدوجہد کو اس وقت کے پرنٹ میڈیا کا سب سے بڑا جہاد سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانے میں روزنامے اور ماہ نامے ہی ہوتے تھے۔ اکثر ماہ نامے اپنے عالی قدر مدیروں کی رحلت کے بعد بند ہو گئے۔ فکر و نظر میں کامل ہم آہنگی تلاش کرنا تو جتنی سے لاحاصل ہیست

اہم اگر باہمی احترام قائم رہے، ایک دوسرے کی رسوائی کو شغل نہ بنایا جائے اور سماجی تعلقات کی دراریں پیدا نہ ہوں تو اختلاف رائے میں کوئی قباحہ نہیں ہے۔ ان میں ٹوک جھوٹک بھی چلتی رہتی تھی، لیکن وضع داری میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔

فکری یک جہتی، اپنے خاص اثر کے تحت ذہن سازی، رائے اور فکر کی تشکیل سب کا مشترک مطلق نظر تھا۔ اپنے نظریے اور فکر کی پاس داری میں اس دور کے مدیران کرام بڑی قربانیاں دیتے تھے، جیلیں کاٹتے اور بھاری جرمانے بھرتے تھے، مگر اس طرح ہتھی اور ترشی ان کے نشہ جدید و جدید آزادی اور جنون مقاصد کو اور بڑھا دیتی تھی۔ وہ اپنے نظریے اور اصول اور اپنے نصب العین پر کسی سووے بازی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ نہ کہتے تھے اور نہ جھکتے تھے۔ ان کے نزدیک قلم کی حرمت پر پر حرم و ہوس کی آج آنے دینا ماں بہن کی آمد بیچنے کے مترادف تھا۔ ان کے الفاظ اتنی بڑی قیمت رکھتے تھے کہ کوئی ان کی قیمت لگانے کی ہمت ہی نہیں رکھتا تھا۔ وہ فقر و فاقہ اور مشکلات و مصائب کی حالات میں بھی اپنے اصولوں سے غدار اور روٹنی پاتے تھے۔ یہی ان کی قوت کار تھا۔ کردار کے کھرے پن کا اپنا ایک وزن اور اثر ہوتا ہے۔

معیار زبان و بیان بھی رو بہ زوال

وقت کے ساتھ ہر چیز کی قیمت و قامت ڈھلنے لگی۔ صحافت یا سروجہ اصطلاح میں میڈیا کیا اصولی آب و تاب بھی ایک گھن کی لپیٹ میں آگئی۔ بیان لذت اور شائستگی اور زبان کی مہارت کے لحاظ سے بھی اب وہ معیار و خواب و خیال ہو کر رہ گیا ہے، جو صحافت کے ان اساسی طین نے قائم کیا تھا۔ ان میں اکثر اپنے وقت کے نام و راویب اور شاعر تھے۔ پھر اپنی تہذیبی جڑوں کے ساتھ ان کا رشتہ بہت گہرا تھا۔ سیرت و کردار کے لحاظ سے بڑے اچلے تھے۔ آج میڈیا سے وابستہ افراد کے کردار میں وہ بلند ی اور مقاصد میں وہ رفعت غائب ہو گئی ہے، جو ماضی میں صحافت کی پہچان تھی۔ اب ذہن اور قلم دونوں پر (برائے فروخت) کا لیل لک کر سمائی اپنے دفتروں میں بیٹھتے ہیں۔

کالی بھیڑوں کا زیور

میڈیا میں خاص خال خال اچھے لوگ اب بھی نظر آتے ہیں، وہاں

کالی بھیڑوں نے جگہ بنائی ہے، آج کے دور میں بھی بعض صحافیوں نے اپنے اصولوں کی خاطر اپنی جان، مال اور آبرو کی قربانیاں دی ہیں۔ تاہم اچلے کردار کے حامل ایسے افراد کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ چند کو چھوڑ کر باقی صحافی برادری لائن کی دوسری طرف کھڑی نظر آتی ہے۔ کردار کی بلندی میں آج کے صحافیوں کا ایک بڑا طبقہ مذکورہ بالا پڑ رکھوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ ان کی نظریاتی بنیادیں بہت کم زور ہے۔ اغراض کے بندوں اور ناسزا شدہ ذہنوں کے لشکر اس شعبے میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ ہمیشہ ہری گھاس پر نگاہ رکھتے ہیں۔ جدھر چارہ زیادہ ملتا ہے۔ اودھر چلے جاتے ہیں۔ میڈیا مرکز نے بھی صحافیوں کے خریدنے کی منڈیاں لگا رکھی ہیں۔ ایک خاتون یا حضرت صبح ایک چینل پر خبریں پڑھتے نظر آتے ہیں تو شام کو کسی دوسرے چینل پر جھٹک دکھاتے ہیں۔ اسکر اور کالم نویس بھی ایک چینل یا اخبار کے مالکان کے گلے پڑھ رہے ہوتے ہیں تو ذرا بھاؤ بڑھائے تو اسی زبان اور لہجے میں دوسری انتظامیہ کے قہیدے شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی ایک جماعت کے حامی ہوتے ہیں تو کبھی دوسروں کے دست خوان کی خوش چینی میں لگ جاتے ہیں۔ غیر ملکی دوروں اور حج و عمرہ کے کلٹ بھی ان کی قیمت کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس شعبہ کی عظمت گہنا کر رہ گئی ہے۔

مغربی میڈیا اور مخصوص اثرات اور

اصول و اقدار کی پاس داری

ہر قوم کا کوئی خاص نظریہ ہوتا ہے۔ کچھ اخلاقی ضابطے اور کچھ اصول ہوتے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ کو اس نظریے، ان اصولوں اور اخلاقی قدروں کے تابع ہونا ضروری ہے۔ مغربی تہذیب اور فکری بے شمار چیزوں کو ہم فساد اور بگاڑ سمجھتے ہیں، لیکن مغربی ممالک کی حکومتیں، دانش ور، پالیسی ساز، اور تھنک ٹینک ان چیزوں کی بقا کو اپنی اجتماعی زندگی کی بقا تصور کرتے ہیں اور نہ صرف ان کی حفاظت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، بلکہ اپنے زیر اثر معاشروں کو بھی انہیں کے رنگ میں رنگ دیکھنے کے حتمی اور وہاں رواج دینے کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ فرانس اور دیگر کئی یورپی ممالک چرے کے پردے ہی کو نہیں بلکہ عورتوں کے سر پر اسکارف کو بھی اپنی تہذیب کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں

اور جمہوری اصولوں اور انسانی حقوق کے اپنے تمام دعوں کے برعکس بے اقاعدہ قانون سازی کر کے انہوں نے جواب یا پردے کو ممنوع ٹھہرا دیا ہے۔ Halocaust ماضی قریب کا ایک اسطوره (Myth) سمجھا جاتا ہے، جس کی صداقت کے بارے میں یورپ اور امریکہ کے اندر بھی بے شمار عقیدہ نگار لوگ شک کرتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں جرمنی اور بعض دوسرے مقامات پر آتشیں بھٹیوں میں لاکھوں یہودیوں کے زندہ ہیمس کیے جانے کی داستان کو ایک مسلمہ عقیدے کا درجہ دیا گیا ہے۔ یہودی اثر کے تحت تاریخ بھی ایک ناقض معافی جرم ہے۔ یورپ اور امریکہ کی حکومتیں، وہاں کا میڈیا اور پالیسی ساز ادارے اپنے طے شدہ معتقدات اور خیالات و تصورات سے انحراف کو گناہ سمجھتے ہیں اور ان کی پاس داری کرتے بھی ہیں اور دوسروں سے کراتے بھی ہیں۔ ہمارے ہاں میڈیا کے اندر نئے رجحانات نے جنم لیا۔ اس کے ظاہر میں تبدیلیاں آئیں۔ اخبارات کے رنگین صفحات سے آگے نکل کر اب ساتھ سترٹی وی چینل ہیں، جن کی چکا چوند نگاہوں کو خیرہ کیے جاتی ہے، بے باکی اور آزادی کی لہر میں بھی بلند ہو رہی ہیں، لیکن چلتی مفقود ہے۔ قوم کے اندر فکری یک جہتی کو فروغ دینے کے بجائے انتشار فکری کے تیز جھکڑاٹھتے دکھائی دیتے ہیں نظریاتی کمیونٹ کی جگہ معرفیت کے نام پر ہر سمت کی طرف تیر کا نشان لگے ہوئے ہیں۔ مسافران وطن کو کچھ بھائی نہیں دیتا کہ میڈیا کس منزل کو ان کی اصل منزل دکھا رہا ہے۔ بھانت بھانت کی بولیاں سنائی دیتی ہیں۔ کسی بھی چینل کو کھولیں یا کسی بڑے اخبار کے اداری صحنے پر نظر ڈالیں، ایک ہی وقت میں متضاد بلکہ صریح متضاد خیالات کا پرچار نظر آتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اطاعت و عبادات کے نظام کے بعد شرم و حیا اور اخلاقی جوہر ہے کہ جب اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو پھر اور کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہتی جو برائی اور بد اخلاقی کے طوفان کا راستہ روک سکے۔ ہمارا میڈیا ملٹی میڈیا کیلئے کمپنیوں کے مفادات کے اجراع میں قوی نظر ہے وہ اپنی اعتقادات اور اخلاقی تہذیبی اقدار کو مٹی میں ملانے میں مصروف ہے ایک طرف یہ کمپنیاں اپنی مصنوعات کو مقبول بنانے کے نام پر (صفحہ نمبر 24)

اسلام کا تعلیمی نظام



از:
محمد مصطفیٰ احمد

اسلام کے تعلیمی نظام کا اندازہ لگانے سے پیشتر یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے عربوں کی حالت کیا تھی۔ اسلام سے پہلے اہل عرب ایک ناخواندہ قوم کہلاتے تھے وہ عام طور پر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ ان کی کوئی مرکزی اور علمی زبان نہ تھی۔ عرب کے ہر قبیلے کی اپنی ایک دوسرے سے جدا گانہ تھی اور ان کی بولیوں میں اس قدر اختلاف تھا کہ بعض اوقات ایک قبیلے دوسرے قبیلے کی بول چال کی زبان کو نہیں سمجھ سکتا تھا یا لکھنا یا پڑھنا کی زبان شامی عرب اور قریش کی زبان سے مختلف تھی۔

اسلام کے تعلیمی نظام کا اندازہ لگانے سے پیشتر یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے عربوں کی حالت کیا تھی۔ اسلام سے پہلے اہل عرب ایک ناخواندہ قوم کہلاتے تھے وہ عام طور پر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ ان کی کوئی مرکزی اور علمی زبان نہ تھی۔ عرب کے ہر قبیلے کی اپنی ایک دوسرے سے جدا گانہ تھی اور ان کی بولیوں میں اس قدر اختلاف تھا کہ بعض اوقات ایک قبیلے دوسرے قبیلے کی بول چال کی زبان کو نہیں سمجھ سکتا تھا یا لکھنا یا پڑھنا کی زبان شامی عرب اور قریش کی زبان سے مختلف تھی۔

عرب کا تمدن:

بہر حال اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ عربی تمدن کے اس قدیم ترین زمانے میں عربوں کا کوئی تعلیمی نظام تھا تو بعد کے زمانے میں جب عربوں کی یہ مہذب سلطنتیں تباہ ہو گئیں تو ان کے ساتھ ساتھ ان کا تعلیمی نظام بھی ختم ہو گیا کیونکہ اس کے بعد جزیرہ عرب میں ”عہد جاہلیت“ کا آغاز ہو گیا تھا اور تمام ملک میں ناخواندگی اور جہالت مسلط ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عہد اسلام سے قبل ان کے کسی تحریری سرمایے کا سراغ نہیں ملتا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے سینکڑوں برس پہلے یہاں اور حیدر آباد کے دور میں جنوبی عرب کا تمدن عالم شباب پر تھا اس وقت یہاں کے بادشاہوں نے خط مسد کے نام سے ایک رسم الخط ایجاد کیا تھا جو خط حیدری کے نام سے بھی موسوم تھا۔ یہ خط صرف بادشاہوں اور امراء کی یادگاری جگہوں رسموں اور مخصوص احکام کو کتابوں کی شکل میں لکھنے کے لئے مستعمل رہا۔ عوام میں غالباً اس کا رواج نہیں تھا کیونکہ ماہرین آثار قدیمہ نے جو کتابت یمن کے کھنڈروں سے برآمد کیے ہیں انہیں صرف وہاں کے بادشاہوں اور امراء نے اپنے احکام جاری کرنے یا اپنے جنگی معرکوں کا اعلان کرنے کے لئے خط حیدری میں استعمال کیا ہے۔ کوئی عوامی کتابت دستیاب نہیں ہو سکا اور نہ کوئی ادبی یا علمی یا تعلیمی قسم کی تحریر برآمد ہوئی ہے البتہ متشرفین نے ان کتابت کی مدد سے قدیم حیدری زبان کے حروف ایجاد اور زبان کے الفاظ و قواعد معلوم کر لئے ہیں جو عربی لسانیات میں کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

عکاظ کا مقام

موجودہ قدیم روایات سے جو ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے نصف صدی پیشتر مکہ معظمہ کو خانہ کعبہ کی وجہ سے ایک طرح کی مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی اور وہاں مختلف قبیلے اور بازار لگنے شروع ہو گئے تھے ان قبیلوں اور بازاروں کے لگنے سے مختلف قبائل کے شعراء یہاں آئے گلے اور عکاظ کے مقام پر عرب شعراء کا اجتماع ہونے لگا اور عوام و خواص کو اپنے قصائد سناتے لگے یہ شعراء ایسی زبان میں اشعار سناتے تھے جسے سب لوگ سمجھتے تھے ایسی زبان قریشی زبان تھی جس میں شعراء اپنے اشعار

سناتے تھے اس طرح ظہور اسلام سے قبل قریش کی کوئیک قسم کی مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ قبیلہ قریش کی زبان عرب کے قبائل کے شعراء اس لئے پسند کرتے تھے کہ ان کی زبان کو تمام قبائل جو حج کے موقع پر جمع ہوتے تھے سمجھنے لگتے تھے۔

اہل قریش بھی تجارت کے لئے ان تمام مشہور قبائل کے ہاں سلسلہ آمد و رفت رکھتے تھے۔ لہذا تجارتی تعلقات کی وجہ سے بھی اکثر اہل عرب قبیلہ قریش کی زبان کو سمجھنے لگے تھے۔ اس طرح سے ایسی مقبولیت حاصل ہوئی جس کی بناء پر آگے چل کر وہ مرکزی زبان کی حیثیت اختیار کر سکتی تھی۔

قلم کے ذریعے

اسلام میں تعلیم اور علم کی فضیلت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو نبوت عطا ہوئی اور غار حرا میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو اس میں سب سے پہلے آپ کو پڑھنے کا حکم دیا گیا اور سورہ اقراء میں پہلی وحی کی جو آیات نازل ہوئیں ان میں تو سنت و خواندگی متقین کی گئی تھی اور قلم کے ذریعے تعلیم حاصل کرنے کی فضیلت کا اعتراف کیا گیا چنانچہ اس پہلی وحی کو تعلیم کا سنگ بنیاد قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ پیغام خداوندی اپنے رشتہ داروں اور دوسرے اہل مکہ تک پہنچا دیں اور انہیں قرآن کریم کے احکامات میں اس طرح یہ مذہبی تبلیغ عربوں کے لئے تعلیمی درس گاہ بن گئی اور آپ کو چاند بازار میں ہر جگہ تعلیم و تبلیغ کے فرائض انجام دینے لگے آپ کفار مکہ کو بھی اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ کرتے تھے تاہم وہ لوگ جو مسلمان ہو گئے تھے آپ کی تعلیمات سے خاص طور پر مستفید ہوئے آپ انہیں نہ صرف اخلاقی اور مذہبی تعلیم دیتے تھے بلکہ ان کی عملی تربیت بھی کرتے تھے یہ مسلمان قرآن کریم کی آیات اور سورتیں یاد کر کے مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی علمی اور ادبی قابلیت بھی بڑھاتے تھے۔

چونکہ قرآن کریم کی زبان نہایت فصیح و بلیغ اسلئے تمام مسلمانوں کا لہجہ نہایت عمدہ ہو گیا اور زبان یکساں ہو گئی اور ان کی بول چال اور گفتگو بھی اور فصیح ہو گئی تھی اور ان کا کلام بدویانہ بول کے دائرہ سے نکل کر ایک مہذب اور مستند قوم کی گفتگو میں تبدیل ہو گیا یہاں تک کہ قرآن

کریم کی تعلیم کی بدولت عہد رسالت کے آخری زمانے میں عربی زبان کی ایک فصیح و بلیغ مرکزی زبان کی حیثیت سے تمام عرب میں مقبول ہو گئی اور ان کی قبائل یوں کی اہمیت ختم ہو گئی اور یہ سب کچھ قرآن کریم کی تعلیم و اشاعت کی بدولت تھا لہذا یہ خیال کرنا کہ قرآن کریم کی تعلیم صرف مذہبی تعلیم تھی صحیح نہیں ہے اس کے ذریعے نہ صرف مسلمانوں کی خواندگی کا معیار بڑھا بلکہ انہوں نے تہذیب و تمدن کے وہ تمام اصول سیکھ لئے جو عام طور پر موجودہ درس گاہوں میں سکھائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ادبی اور علمی حیثیت سے ان کی قابلیت اور صلاحیت میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور قرآن کی تعلیمات سے ان کا اندازہ خطابت بھی ترقی پذیر ہوا۔

اس طرح وہ آگے چل کر فصیح و بلیغ مقرر و خطیب بہادر بن گئے اور بے نظیر مدبر اور سیاست دان، ثابت ہوئے مسلمانوں کے لئے قرآن کریم سرچشمہ علوم بنانے کے معلم اول آنحضرت ﷺ تھے۔ قرآن کے ذریعے انہیں اخلاق و آداب معاشرت و تمدن کی تعلیم دی گئی اور یہی زبان و ادب کی تعلیم حاصل کرنے کا ذریعہ بھی تھا۔ اور اسی کے ذریعے انہوں نے نوشت و خواندگی کی تربیت حاصل کی بلکہ قرآن کریم نے مسلمانوں میں بالعموم اور عربوں میں بالخصوص لسانی قومی اور سیاسی اور مذہبی اتحاد و یکجہتی کا جذبہ پیدا کیا۔

سکی زندگی میں مسلمانوں کی حالت کمزور تھی اس لئے وہاں تعلیم کا وہ نظام تو قائم نہ ہو سکا جو مدینہ طیبہ میں قائم ہوا تاہم آپ کا برہمائی بیک وقت معلم بھی تھا اور مبلغ بھی کیونکہ اسلامی تبلیغ تعلیم کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی اس لئے ہر مسلمان اپنے نئے ساتھیوں کو قرآن کریم اور اسلام کی تعلیم دیتا تھا۔

ہجرت سے پہلے

ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ کے کچھ باشندے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مکہ معظمہ آکر مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ مدینہ کے مسلمان باشندوں کو اسلام کی تبلیغ دینے کے لئے کوئی معلم بھیجا جائے۔ لہذا آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو قدیم مسلمانوں میں سے تھے مدینہ منورہ بھیجا۔ چنانچہ ان کی تعلیمات کی بدولت اسلام مدینہ کے گھر گھر پھیل گیا اور

انہیں کی تعلیم کی بدولت قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ مسلمان ہو گئے حضرت مصعب بن عمیر پہلے مسلمان تھے جو مکہ معظمہ سے باہر معلم کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے اور وہ اپنے تعلیمی مشن میں کامیاب ہوئے۔

جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہاں آکر آپ نے خود مختار اسلامی مملکت قائم فرمائی تو اس کے ساتھ ساتھ آپ نے بہتر نظام تعلیم قائم کیا۔ اس نظام تعلیم میں سب سے مقدم اور اہم قرآن کریم کی تعلیم تھی جو مدینہ منورہ کے ہر مرد و زن کے لئے لازم تھی بچے بڑے سب قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے تھے اس تعلیمی نظام کی تکمیل آپ خود فرمایا کرتے تھے اور قرآن کریم کی وضاحت کے سلسلے میں جس کسی کو کوئی وقت پیش آتی تھی وہ براہ راست آکر آپ سے اپنی مشکلات کو رفع کرتا تھا چونکہ مہاجرین مدینہ منورہ آکر آباد ہو گئے تھے اسلئے مدینہ کی آبادی وسیع ہو گئی اور بعض مہاجرین مدینہ کے اصل شہر سے کچھ دور مضافات میں رہنے لگے تھے۔ مدینہ کے باشندے روزانہ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر تعلیم سے مستفید ہوتے تھے اور ضروری احکام معلوم کر لیتے تھے مگر وہ لوگ جو شہر سے دور مضافات میں رہتے تھے وہ ایک دن کی باری مقرر کر کے آتے تھے۔

یعنی ان کا ایک ساتھی ایک دن آتا تھا اور دوسرا ساتھی دوسرے دن۔ اس طرح ہر ایک کو اپنے ساتھی کے ذریعے روزمرہ کی تعلیم اور احکام معلوم ہوتے تھے۔

معلم کے فرائض

ایسے لوگوں میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ بھی شہر سے باہر رہتے تھے اسلئے انہوں نے ایک انصار بڑی سے یہ معاملہ طے کر لیا تھا کہ ایک دن وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرے گا اور دوسرے دن وہ خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تعلیمات حاصل کرنے کے لئے جائیں گے اور اس طرح وہ ایک دوسرے کو آنحضرت ﷺ کی تعلیم سے آگاہ کرتے رہے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کی ایک قلیل تعداد ایسی تھی جن کا کوئی گھربا نہیں تھا اور مفلسی کی وجہ سے وہ تجارت و زراعت میں مشغول نہیں ہو سکتے تھے۔ لہذا وہ شب و

روز آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اس لئے وہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہنے کی وجہ سے آپ سے تعلیمات سے زیادہ مستفید ہوئے اور آگے چل کر معلم کے فرائض انجام دینے کے قابل ہوئے ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو احادیث نبوی کے سب سے بڑے راوی اور عالم تھے۔ چنانچہ انہوں نے تنگدستی اور فاقہ کشی کے باوجود سب سے زیادہ احادیث نبوی کو یاد رکھا۔ اور آپ کے بعد ہزاروں انسانوں کو احادیث کی تعلیم دی۔ چنانچہ آپ کا یہ فیض تعلیم اب تک جاری ہے۔

تعلیم بالغان کی اہمیت

اس قلیل تعداد کے علاوہ اکثر مہاجرین و انصار اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے تھے۔ انصار پہلے ہی سے مدینہ منورہ میں کاشتکاری کے فرائض انجام دیتے تھے اسلئے وہ اسی کام میں لگے رہے۔ البتہ شروع میں مہاجرین کا مدینہ طیبہ میں کوئی وسیلہ معاش نہ تھا اہل مدینہ کے تعاون اور بھائی چارہ کی بدولت وہ جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکے چنانچہ انہیں تجارتی کاروبار کا تجربہ تھا اسلئے یہ حضرات تجارت میں مشغول ہو گئے۔ تاہم تجارت و زراعت کے کاروبار میں مشغول ہونے کے باوجود یہ حضرات تعلیم سے غافل نہ رہے بلکہ فرصت کے اوقات میں وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روزانہ حاضر ہوتے تھے اور آپ کی تعلیمات سے مستفید ہوتے تھے۔ روزمرہ کی اہم تعلیمات آپ خود دیتے تھے۔ اور قرآن کی تعلیم دیگر اکابر صحابہ سے حاصل کرتے تھے۔ اس طرح تعلیم بالغان کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا طریقہ نفسیاتی اعتبار سے بڑا موثر تھا۔ آپ نہایت آسان اور دلنشین انداز میں لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ ضروری باتیں آپ تین بار دہراتے تھے تاکہ ایک کند ذہن انسان بھی انہیں اچھی طرح سمجھ لے آپ ہر شخص کو اسکی صلاحیت اور عقل و مزاج کے مطابق تعلیم دیتے تھے بلکہ آپ بار بار معلوم کو یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ ”تم لوگوں سے انکی عقل و ذہنیت کے مطابق گفتگو کیا کرو“ اسی اصول کے مطابق آپ نہایت آسان زبان میں گفتگو فرماتے تھے اور غیر متعلقہ زبانوں کے (صفحہ نمبر 3)

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میرے بات



سورۃ ۱۰۰ باتیں

جن سے پھر ضروری ہے

وہ باتیں جس کی بے توجہی سے انسان مفلسی، تنگدستی بخشتا ہے، فلاحی میں جکا ہوتا ہے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ملتا ہے اور اکثر و بیشتر وہ ہیں جو اکابر ملت و رہنمایاں شریعت نے اپنے اپنے مشاہدے اور تجربے سے دریافت کیں تو جوان باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھے گا خود ہی نفع اٹھائے گا اور جوان میں ملوث ہوگا وہ خود کچلے گا کہ اس نے کیا کھو یا اور کیونکر کھو یا۔

کرتا دولت بے زواں میں لکھا ہے اگر رات بھر جوتا اوندھا پڑا رہا تو ہاں انسان کو کبھی اس بات سے غافل نہیں ہونا چاہئے کہ موثر حقیقی رب قدرت ہے اور ہر فائدہ نقصان کی کنجی اس کے دست قدرت میں ہے وہ چاہے کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور وہ سب باتیں یہ ہیں۔

- (۱) جھوٹ بولنا (۲) گناہوں میں مشغول رہنا (۳) زنا کرنا (۴) جھوٹی قسمیں کھانا (۵) جنابت میں کھانا کھانا (۶) برہنہ پیشاب کرنا (۷) رات میں جھاڑو دینا خصوصاً کپڑے سے جھاڑنا (۸) ناخن دانت سے تراشنا (۹) پانچامہ یا دامن یا آنگلی سے منہ پوچھنا (۱۰) فقیروں سے روٹی کے ٹکڑے خریدنا (۱۱) کھڑے ہو کر پانچامہ پہننا (۱۲) پٹھکر دستار یعنی عمامہ باندھنا (۱۳) خشک بالوں میں کنگھا کرنا یا کھڑے ہو کر بال کاڑھنا (۱۴) خشک کنگھا استعمال کرنا (۱۵) ماں باپ کے نام لے کر پکارنا (۱۶) مفراس (کنجی) سے موئے زیر ناف کاٹنا (۱۷) چالیس روز سے زیادہ زیر ناف کے بال رکھنا (۱۸) بزرگوں کے آگے چلنا (۱۹) دروازے پر بیٹھنے کی عادت کرنا (۲۰) لہسن پیاز کے پوست جلانا (۲۱) مکڑی کے چالے دور نہ کرنا (۲۲) جوں کو زندہ چھوڑنا (۲۳) نماز کا غلطی کرنا (۲۴) پھٹے ہوئے کپڑے کو نہ پہننا (۲۵) فجر کی نماز پڑھ کر مسجد سے جلد نکل آنا (۲۶) صبح کے وقت سوتا (۲۷) اولاد پر باوجود مالداری غلی کرنا
- (۲۸) بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا (۲۹) کھانے کے بعد برتن صاف نہ کرنا (۳۰) اہل و عیال سے لڑتے رہنا (۳۱) خیال کرتے وقت جو ریشہ نکلے اسے پھر منہ میں رکھ لینا (۳۲) ہر قسم کی مکڑی سے خیال کرنا (۳۳) کھانے پینے کے برتن کھلے ہوئے رکھنا (۳۴) چراغ منہ کی پھونک سے بجھانا (۳۵) اوندھے ہوئے جوتے کو دیکھنا اور سپرد حاتم کرنا (۳۶) دولت بے زواں میں لکھا ہے اگر رات بھر جوتا اوندھا پڑا رہا تو
- شیطان اس پر آن کر بیٹھتا ہے وہ اس کا تخت ہے (۳۸) بکریوں کے گلے میں گھس کر چبنا شام کے وقت خصوصاً (۳۹) اولاد کو گالی دینا یا لعنت کرنا (۴۰) فقیر کو جھڑک دینا (۴۱) بابا یا پاؤں پہلے پانچامہ نہیں ڈالنا اور بائیں ہاتھ کی آستین پہلے پہننا (۴۲) قبرستان میں ہنستا (۴۳) کوڑا کرکٹ گھر میں جمع رکھنا (۴۴) صبح ہوتے ہی خدا اور رسول کا نام لئے ذکر کے بغیر دنیا میں مشغول ہو جانا (۴۵) مغرب اور عشاء کے درمیان سونا (۴۶) گانے بجانے میں دل لگانا (۴۷) صلہ رحمی نہ کرنا (۴۸) جنابت کی حالت میں ناخن تراشنا یا سرمہ لگانا یا موئے زیر ناف وغیرہ صاف کرنا (۴۹) زکوٰۃ یا صدقات واجبہ مثلاً قربانی و کفارہ قسم وغیرہ کے ادا کرنے میں ٹھیک کرنا یا خواہ مخواہ انہیں ٹالتے رہنا (۵۱) بغیر حاجت سوال کرنا (۵۲) امانت میں خیانت کرنا (۵۳) اندھیرے میں کھانا کھانا (۵۴) ماں باپ کو ایذا دینا (۵۵) (۵۸) قمار بازی یا گانے بجانے کے آلات وغیرہ گھر میں رکھنا حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں شراب اور دف اور ظہور و سارنگی ستار وغیرہ ہوں گھر میں آدمیوں کی دعا قبول نہ ہوگی۔ اور نہ اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوگا (۵۹) راستہ میں پیشاب کرنا (اور بے ستری ہو تو حرام و گناہ) (۶۰) ہمیشہ بے وہ

کوئی سفرہ پن اور ہر لیاقت (مذاق، دل لگی) میں مصروف رہتا (۶۱) نیچے سر کھانا کھانا (۶۲) نیچے سر بیت اللہ میں جانا (۶۳) نکلے ہوئے کھانے میں دیر نہ کرنا کہ کھانا دسترخوان پر اٹا ان کا انتظار کرے (۶۴) برہنہ سر بازار میں پھرنا اور عورتوں کا نیچے سر رہنا اور اجنبیوں کے سامنے اسی حالت میں آنا جانا حرام حرام اور سخت گناہ ہے (۶۵) سجدہ تلاوت نہ کرنا، یا با وضو ہوتے ہوئے اس میں دیر لگانا (۶۶) تلاوت قرآن کی دوران آیت سجدہ چھوڑ کر آگے بڑھنا (۶۷) دوسرے شخص کا کھانا چاٹنا یا ٹک کر استعمال کرنا (خصوصاً صاف کئے بغیر کہ دوسرے کے بال اس کے بالوں میں الجھیں (۶۸) حوض یا تالاب یا بچتے پانی میں پیشاب کرنا (اس سے نسیان بھی پیدا ہوتا ہے دولت بے زوال میں لکھا ہے کہ پانچ چیزوں سے بھول پیدا ہوتا ہے حوض وغیرہ میں پیشاب کرنا رکھ پر پیشاب کرنا چوبیس کا تھوٹا کھانا قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا زندگانی حرام غوری میں گونا گونا بلکہ غور کیجئے تو یہ آخری ایک مستقل جلاو عذاب ہے (۶۹) سوتے وقت پانچامہ یا تہہ بند کے سر کے نیچے رکھ کر سونا دولت بے زوال میں لکھا ہے کہ اس سے خواب خوفناک نظر آتے ہیں (۷۰) برہنہ ہو کر سونا (۷۱) نہانے کی جگہ پیشاب کرنا (۷۲) بلا ضرورت بستر کے پاس پانی کا لوٹا پہنچا پیشاب کے لئے رکھنا (۷۳) نماز قضا کر دینا (۷۴) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا (۷۵) وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا (اس وقت دعائیں پڑھے یا خاموش رہے) (۷۶) بلا وجہ شرعی کسی کے ثقہ بدیہ نہ زنا نہ کورد کر دینا (۷۷) روٹی کو خوار رکھنا (کہ اس سے بے ادبی ہوا اور عیروں میں آئے) (۷۸) وضو کی جگہ پر پیشاب یا پیشاب کی جگہ پر وضو کرنا (۷۹) منی یا چینی کے شکرہ برتن استعمال میں رکھنا خواہ اس سے پانی پینا (۸۰) دروازے پر بیٹھ کر کھانا پینا یہ خلاف ادب بھی اور قابل نفرت بھی (۸۱) استاد کی عظمت و توقیر میں کمی کرنا کہ معاذ اللہ اس کی توہین (۸۲) شکستہ یا گودہ دار قلم سے لکھنا (۸۳) قلم کا تراشہ ادھر ادھر ڈالی دینا کہ پیروں میں آئے (۸۴) مہمان کو حقارت سے دیکھنا اور اس کے آنے سے ناخوش ہونا (۸۵) بیت اللہ میں باتیں کرنا یا وہاں کسی دینی بات میں غور و تأمل کرنا (۸۶) مردوں کو چھوٹا استنجہ کرتے وقت عام گزرگا ہوں پر ٹپلنا اور باتیں کرنا (۸۷) بغیر بلائے دعوت میں جانا (۸۸) چار پائی پر دسترخوان وغیرہ رکھے بغیر کھانا کھانا

بقیہ۔۔ اسلامی صحافت

ایسی اشتہار بازی کر رہے ہیں اور دوسری طرف میڈیا کے مراکز ایسے ڈرامے دکھا رہے ہیں ان سے ہمارے تہذیبی اور اخلاقی ڈھانچے کی چولیس مل رہی ہیں۔ حیا سوزی اور اخلاق بافتی کے اجنبیے پر عمل اور ہا ہے۔ مغربی کلچر کو رواج دیا جا رہا ہے۔ نسوانیت کی روح اور اس کے جوہر کو مارا جا رہا ہے۔ ٹی وی پر گراموں کے ذریعہ باوقار لباس کی جگہ نیم عریانیٹ کو فروغ دینے کی ہم جاری ہے۔ دینی تعلیمات اور اخلاقی قدروں کی تنقید کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہماری دینی غیرت کو سینہ یا سفر بیت کے ڈوڑے دے کر سلا رہا ہے۔ میڈیا کے ایک گروہ نے (غیرت) کو ایک گالی عا دیا ہے، جن کے ضمیر بیدار ہیں اور غیرت جاگی ہوئی ہے اور وہ اپنی زبان اور قلم کے ذریعے اس غیرت کا اظہار کرتے ہیں، ان پر (غیرت گروپ) کی بھی کسی جاتی ہے۔ اسلام کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہود اور نصاریٰ کی اسلام دشمنی رسول پاک ﷺ کے پاکیزہ دور ہی تک نہ تھی۔ سبلیبی جنگ اس دشمنی کی آگ کے دو شعلے تھے جنہوں نے دو صدیوں تک بلاد اسلام کا امن و سکون تباہ کیے رکھا۔ پندرہ سال قبل یونیا ہرز یگونا، پھر عراق اور افغانستان کی بمبیں، فلسطین میں اٹل خزرہ پر ٹوٹنے والی بجلیاں بلاد اسلام کے خرمین امن کو خاکستر کر رہی ہیں، لیکن ہمارے مسلم حکمران عشرت کی چادر اتارنے سوتے ہیں۔

ہم نے میڈیا کے اصل وظائف اور فرائض کی طرف اشارے کیے ہیں، اس کے حامد اور حامس کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ خوگر محمد سی لیکن گلہ کیے بنا چارہ نہیں کہ میڈیا کے دامن پر داغ بھی ہیں۔ قارئین کو میڈیا کے مالذ و مالعلیہ کے بارے میں خود فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہمیں صحیح سمت دکھانے کا ذمہ دار خود دست میں سفر کر رہا ہے۔



اسلامی آداب معاشرت

از: عبدالحفیظ معارفی

فرمایا: ”تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کے پاس موت کا فرشتہ روح نکالنے آیا تو اس نے پوچھا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں پڑتا (کہ میں نے کوئی نیک کام کیا ہو) فرشتے نے کہا ”یاد کرو اور سوچ“۔ اس نے جواب دیا ”کوئی بات یاد نہیں آتی۔“ جنہیں لوگوں سے خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تو احسان سے کام لیتا۔ تقاضا کرتے وقت خوشحال کو مہلت دے دیتا اور تنگ دست کو معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے (اس عمل کی بدولت) جنت میں داخل کر دیا، مسلم کے الفاظ ہیں ”اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا بیان سن کر فرمایا“ میں تو اس سے زیادہ معاف کرنے کا حق رکھتا ہوں فرشتو! میرے بندے سے درگزر کرو۔“

گرائی کے خیال سے ذخیرہ اندوزی: حضرت عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے (گرائی کے خیال سے) غلہ رو کا وہ گناہ گار ہے“

حضرت عمرؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”تا جڑ کو (خدا کی جانب سے) رزق دیا جاتا ہے اور (گرائی کے خیال سے) غلہ رو کئے اور بند رکھنے والا ملعون ہے۔“

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں غلہ گراں ہو گیا تو لوگوں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے نرخ مقرر فرما دیجئے“ یعنی تاجروں کو کہہ دیجئے کہ اس نرخ پر غلہ بیچا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ہی نرخ مقرر کرنے والا ہے، وہی گراں اور ارزاں کرنے والا ہے۔ میں تو صرف یہ امید رکھتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ مجھ پر کسی کے خون یا مال کا مطالبہ نہ ہو۔“ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص غلہ

رزق حلال: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے، پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے، اس نے مومنوں کو بھی اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اپنے رسولوں کو دیا۔ چنانچہ فرمایا: اے پیغمبرو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ اور فرمایا: اے ایمان والو! وہ پاک کھانے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیے ہیں پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے۔ (رج کے لئے یا کسی اور عبادت کے لئے یا قبولیت دعا کی جگہ تلاش کرنے کے لئے) پرانگندہ اور غبار آلودہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے ”اے پروردگار! اسے پروردگار! (مجھے یہ چیز دے، مجھے غلاں چیز دے) حالانکہ کھانا اس کا حرام، لباس اس کا حرام اور حرام ہی میں پروان چڑھا۔ پھر کوئی اس شخص کی دعا قبول کی جائے۔“

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”حلال ظاہر اور حرام ظاہر۔ ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کی حقیقت سے بہت سے لوگ واقف ہیں جو شخص شے کی ان چیزوں سے بچا اس نے اپنا دین پاک کیا اور اپنی آبرو پاک رکھی اور جو شخص ان چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہوا اس کی کیفیت اس چہ دہے کی سی ہے جو کمیت کی منڈیر کے پاس اپنے جانور چرانے اور ہر وقت اس کا خدشہ رہے کہ کوئی جانور کمیت میں گھس جائے۔ آگاہ ہو ہر بادشاہ کی ایک حد مقرر ہے اور خدا کی حد حرام چیزیں ہے خبردار ہو کر انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب تک یہ ٹھیک رہے سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور جب یہ خراب ہو جائے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہے دل۔“

معاملات میں نرمی: حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

روک کر مسلمانوں کے ہاتھ گراں قیمت پر فروخت کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے جہاد اور اخلاص میں جتنا کر دے گا۔

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے غلہ چالیس دن (گرائی کے خیال سے) بند رکھا اور پھر اسے خیرات کر دیا تو کچھ ثواب نہ ملے گا۔“

جنگ دست مقروض: حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کے باغ پر جس کے پھل اس نے خرید لیے تھے آفت نازل ہوئی اسے سخت نقصان ہوا اور وہ قرض دار ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ: ”اسے صدقہ دو اور اس کی مدد کرو۔“ لوگوں نے صدقہ دیا لیکن اس کی مقدار اتنی تھی کہ قرض ادا ہو جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے قرض خواہ سے فرمایا: ”جو اس کے پاس ہے وہ لے لو اور بس تمہیں اتنا ہی ملے گا۔“

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ”ایک شخص لین دین کرتا تھا اس نے اپنے کارندوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب تم کسی جنگ دست کے پاس قرض وصول کرنے جاؤ تو اس سے درگزر کرو شاید خدا ہم سے درگزر فرمائے۔ چنانچہ جب وہ مر گیا تو خداوند تعالیٰ نے اس سے درگزر کی اور اس کے گناہ معاف فرما دیے۔“

حضرت کعب بن مالک کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنی حدود سے مسجد میں اپنی رقم کا تحفہ کیا۔ دونوں کی آواز بلند ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ نے گھر میں ان کی آواز سنی اور باہر آنے کا ارادہ فرمایا دروازے کا پردہ ہٹا کر کعب بن مالک کو مخاطب فرمایا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حاضر ہوں۔ آپ نے انگلی کا اشارہ سے فرمایا: ”آدھا قرض معاف کر دو۔“ کعب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے معاف کر دیا۔ آپ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا: ”جا اور باقی قرض ادا کر دے۔“

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے قرض لے اور اس کی آواز گئی کا ارادہ رکھتا ہو تو خدا سے ادا کر دیتا ہے اور جو شخص اس نیت سے قرض لے کہ وہ اسے ادا کرے گا تو خدا اس کا مال ضائع کر دیتا ہے۔

حضرت سلمیٰ بن اکوع کہتے ہیں ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے

کہ ایک جنازہ لایا یا۔ صحابہ نے عرض کیا جنازے کی نماز پڑھ لیجئے۔

آپ نے پوچھا: اس پر قرض تو نہیں؟ صحابہ نے کہا نہیں۔ آپ نے نماز پڑھ لی پھر ایک اور جنازہ لایا گیا۔ آپ نے پوچھا: اس پر قرض ہے؟ کہا گیا ہاں۔ آپ نے فرمایا کچھ چھوڑ کر مرا ہے۔ جواب ملا تین دینار۔ آپ نے اس پر بھی نماز پڑھ لی پھر ایک اور جنازہ لایا گیا۔

آپ نے پوچھا: اس کا قرض ہے؟ عرض کیا تین دینار فرمایا کچھ چھوڑ کر مرا ہے؟ صحابہ نے فرمایا کچھ نہیں۔ فرمایا تم اپنے دوست پر نماز پڑھ لو۔ ابو قتادہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اس کی نماز پڑھ لیجئے قرض میں ادا کر دوں گا آپ نے اس پر نماز پڑھ لی۔

شرکت کے اصول: حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے میں دو شریکوں کے درمیان تیسرا ہوں (یعنی وہ شریکوں کے ساتھ ہوں ان کے مال کی حفاظت اور مدد کے لئے)

جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کریں اور جب وہ خیانت اور بددیانتی کرنے لگتے ہیں تو میں ان سے جدا ہو جاتا ہوں ایک روایت ہے کہ شیطان ان میں شامل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے تجھے امین بنایا اس کی امانت ادا کر، اور جو شخص تجھ سے خیانت کرے تو اس کے ساتھ خیانت نہ کر۔

صلہ رحمی: حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا: ”میرے حسن سلوک کے لئے کون شخص زیادہ مناسب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیری ماں اس نے عرض کیا پھر کون۔ فرمایا: ”تیرا باپ۔“ ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ، پھر تیرا قریبی عزیز، پھر تیرا قریبی عزیز۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: خاک آلود ہونا اس کی غبار آلود ہونا اس کی۔ (یعنی وہ ذلیل و خوار ہو) پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کس کی خاک؟ آپ نے فرمایا: ”اس شخص کی جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھا پایا (پھر ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔“

☆☆☆☆☆



عورت اسلام کی نظر میں

از: بہت محمد حسین

یہ اعتراض آج کوئی نیا اعتراض نہیں ہے کہ مذہب اسلام عورتوں کے حق میں بہت سخت ہے۔ اس نے عورتوں کے جذبات خیالات احساسات کا کوئی خیال نہیں رکھا۔ نسوانی مطالبات کو نظر انداز کر دیا ہے اور ایسے قیود پیش کیے جو صنفِ ناز کے لئے برداشت سے باہر ہیں آج اس ترقی کے دور میں جب کہ مرد ترقی کی شاہراہ پر بجلی کی طرح دوڑ رہے ہیں کیا وجہ ہے کہ عورتیں ان سے پیچھے ہیں۔ اور گھر کی چہار دیواری میں پابند آئین رہیں۔ چونکہ اسلام عورت کو بچی اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اسلئے عورتیں صدائے احتجاج بلند کریں اور اسلام کے قیود سے آزاد ہو کر یورپ کے اصول پر چل پڑیں۔

عورتوں پر اسلام کے احسان

عرب عورتوں کے وجود سے نفرت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ جہاں اس پودے نے جنم لیا عرب اسے سُل دیا کرتے تھے۔ ان کی قوی غیرت اس کو برداشت نہیں کرتی تھی کہ کسی کے گھر کوئی بچی جنم لے۔ بچی کی اس پیدائش پر اگر ماں کی مانتا جوش پر آتی تو سال دو سال باپ کی نظروں سے چھپا کر اپنی تنہا پوری کر لیتی مگر اس کی عمر بھی تھوڑی ہی ہوتی۔ باپ کو جہاں خبر ہوئی لڑکی کو فوراً دور دراز ریگستان میں جا کر پیوند خاک کرتا تھا۔

ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ ایک جلیل القدر صحابی زارو قطار رونے لگے۔ دائمی آنسوؤں سے تر ہونے لگے۔ سرکار نے دریافت فرمایا کہ خبر تو ہے آخر اس قدر کیوں روتے ہیں۔ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ زمانہ جاہلیت کا واقعہ یاد آگیا اُسی پر اس وقت میرا دل بھرا آیا اور یہ خود ہو کر رونے لگا۔ کہ اس دلسوز جرم کے بعد بھی ہماری بخشش کی امید ہے کہ نہیں۔ پوچھا وہ کہنے لگا کہ عرب کے دستور کے مطابق میں اپنی بیاردی بچی کو لے جا رہا تھا۔ یہ بچی مجھے بہت ہی عزیز تھی اس لئے ماں نے عرصہ تک اس کو چھپا کر رکھا تھا۔ ایک روز دشمنانِ قضا میں نے اُس کو دیکھ لیا۔ شفقت پوری جوش میں آئی میں نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد بچی مجھ سے بے حد مانوس ہو گئی اور میں بھی اسے پیار کرنے لگا۔ مگر جیسے جیسے بچی بڑھ رہی تھی میرے قلب کی حرکت بھی بڑھ رہی تھی۔ کہ اگر جوان ہو گئی اور قبیلہ میں اس کی خبر پہنچی تو کیا ہوگا۔ میں نے قلب کو مضبوط کر لیا اور بچی کو گود میں لٹکر

لیکن کیا یہ حقیقت ہے کیا اسلام واقعی عورت کو حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھتا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اسلام دنیا کے لئے پیار رحمت بن کر آیا ہے۔ اسلام ہی نے عربوں کی زندہ و گور لڑکیوں کو زندگی بخشی اسلام ہی نے یہودی ٹھکرانی ہوئی عورتوں کو آغوشِ رحمت میں جگہ دی۔ اسلام ہی نے مجوس کے عذاب سے اُن کو نجات دلائی۔ اسلام ہی نے عیسائیوں کی وحشت کاریوں سے اسکو پناہ دی۔ اسلام ہی نے ہندوؤں کی شکاری ہوئی عورتوں کو عزت بخشی دیکھتے ہوئے کڑاہ میں کودنے سے روک لیا اور وراثت کا حقدار بنا دیا۔

دنیا کی مختلف تاریخیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ جہالت کی عورتیں انتہائی کس پرستی اور بد حالی میں مبتلا تھیں۔ یہ صرف مذہب اسلام تھا جس نے ان کو زندگی بخشی ان کے چہرہ کا رنگ جیسے وحشیانہ حملوں کے سیلاب بہا لئے گیا تھے لوٹا دیا اور ان کو جنسِ اشرف میں شمار کیا۔ ان کی مصوائی کے لئے کمر بستہ ہوا۔ ان کی فریاد رسی کی اور ان کے حقوق نسوائے اور ہر قسم کی خانگی معاشرتی، سماجی مراعات کا مستحق

کر دیتے ہو مگر ایک ایسا بھی دن آئیوا لا ہے کہ خداوند کی عدالت ہوگا۔ ظالم و مظلوم دونوں حاضر کیے جائیں گے۔ عدالت سوال کرنے کا پانی ذنب قتل کے کیا معنی ہیں۔ مقتول قاتل کا واسن قہام کے یہ سوال کرے گا کہ کس گناہ میں تم نے اس کو مار ڈالا تھا۔ اس چیلنج کے بعد عرب دشمنی سے باز آ گئے۔ یہ ہے اسلام کا اعجاز اس طرح اسلام نے عورتوں کے مردہ جسم میں روح پھونگی اور ان کی ہیکلی کی زندگی بخشی کیا اس کے بعد بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کا کہیں خیال نہیں رکھا۔ اور عورتوں کے حق میں سخت ہے۔

بقیہ۔۔۔ معاشرے میں خرافات

کی کہ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی ماں سے محبت کرنے کا درس بھی مغرب سے ملے گا جو خود اپنے ماں باپ کو شاید سال میں ایک دن کا رو بھیج کر فاؤر ڈے اور مدوڈے منانے کی کوشش کرتے ہیں یہ صرف ان کے لئے تو مناسب ہے کہ وہ فاؤر ڈے اور مدوڈے سنا کریں مگر ہمارے یہاں تو ہمارے ماں باپ زندہ ہوں تو سال کے 365 دن کے 8760 گھنٹوں کے 525600 منٹوں کے 3153600 سیکنڈ اپنے ماں باپ کی قربت اور محبت کرنے کا موقع ملتا ہے مگر ہم سے ورپ اور مغرب کی تھلید میں ان موقعوں کا فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں بلکہ آج ہمارے یہاں یورپ اور مغرب کی تھلید میں اپنے ماں باپ کو بوجھ سمجھ کر اولڈ ہاؤس قائم کرنے کی روایات قائم کر رہے ہیں جس ماں باپ کے بارے میں قرآن پاک میں بار بار آیا کہ جس نے ماں کو ناراض کیا اس نے خدا کو ناراض کیا بات ذرا دوسری طرف چلی گئی ذکر ہو رہا تھا رہائشی علاقوں میں ان اواروں کا جو کلیں کے نام پر لگی گئی ملے محنت ہے حیاتی کام کر رہے ہوئے ہیں ان کو مایہ تر کرنے کے لئے نہ صرف ان سوسائٹیوں کی انتظامیہ کا فرض ہے بلکہ کراچی کی انتظامیہ کا بھی فرض اور مجھے اور خصوصاً ڈیفنس باؤسنگ سوسائٹی کی انتظامیہ اس بات پر بھی شدید حیرانی ہوتی ہے کہ وہ اپنی حدود میں کسی گھر کے برابر نماز تراویح کے لئے ختم قرآن کی تقریب کے لئے یا سیرت طیبہ ﷺ کے کسی پروگرام کے لئے حتیٰ کہ کسی کے انتقال کی صورت میں گھر کے باہر یا کسی خالی پلاٹ کو بھی استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتی مگر ان جیسے قائل اعتراض و خرافاتی پروگراموں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

جانب بایان مرگ چلا۔ راستہ میں اختلاج قلب بڑھتا گیا۔ بچی بار بار پوچھتی جاتی کہ ابا جان کہاں لیجا رہے ہو۔ اس وقت میری آنکھوں سے آنسو چلتے تھے اور میں خاموش ولی مسوس کر منزل مقصود کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ جب قبرستان پہنچ گیا تو قبر کھودنی شروع کی۔ ننھی بچی پاس بیٹھی تھی۔ جیسے جیسے قبر کی مٹی ہمارے پائے پر لگتی بچی اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اسے ہمازنی اور کہتی جاتی تھی۔ ابا جان آپ کے مٹی لگ رہی ہے صحابی فرماتے ہیں کہ قبر تیار ہے اور اب ہمت کر کے بچی کو اس میں اُس میں اتارنا چاہتا ہوں میرا بیٹا، لبریز ہو چکا تھا۔ بچی چیخ کر رونے لگی اور کہنے لگی یا ابت ماذافعل۔ ابا جان یہ کیا کر رہے ہیں وہ چیختی رہی پر میں نے ایک نہ سنی۔ اور جاہلیت کا ساتھ نہ چھوڑا۔ بچی کے ننھے سر پر بڑے بڑے چٹان ڈالنے لگا۔ بچی زبان حال سے اُس وقت اپنی ماں کو اس طرح پکار رہی تھی۔۔۔ آہ۔۔۔ شفقت و رحمت کی نیکر۔ اے میری خاطر مصیبت بھیلنے والی ماں تو نے مجھے اپنا خوں پلا کر پالا ہے اے ساری رات تھکیاں دیکر اپنی نیند حرام کر بیٹائی ماں تو نے مجھے کہاں چھوڑ دیا ہے اور اب تو کہاں ہے جبکہ اپنی چٹانوں سے میری کاغذی پسلیاں زبردست زبردستی ہیں جسم سے خون کے فوارے جاری ہیں۔ ننھا سر چور چور ہوا ہے۔ آسمان و زمین میری حالت پر آنسو بہا رہے ہیں۔ یہ طویل صحرا شجر و حجر خاموش کھڑے انسان کشی کا دردناک منظر دیکھ رہے ہیں۔ آہ۔۔۔ اے ماں تو اس وقت ہوتی تو ضرور گود میں اٹھا لیتی اور میرے خون کے آنسو بھر آجیل سے پوچھتے۔ آہ میں انتہائی کرب و بلا میں مبتلا ہوں اور تھکوں پکارتی ہوں۔ اگر تو سکتی ہے تو آ۔ اور اپنی بیگناہ نازنین کا آخری ویدار کر لے۔ میں یہاں مرگ میں سسک۔ سسک کر دم توڑ رہی ہوں اگر تو نہیں آسکتی تو میری تسلی کے لئے میرا بے نظراب ہی کافی ہے۔

صحابی فرماتے ہیں کہ آخر کار میں نے زندہ لڑکی کو دفن کر دیا اور گھر واپس چلا گیا۔

آنحضرت ﷺ یہ روح فرسا واقعہ سن کر آبدیدہ ہو گئے آپ ﷺ اس ظلم و بربریت، انسان کشی کو روکنے کیلئے اہل عرب کی اصلاحی فرمائی۔ چنانچہ آپ نے عرب کے مردہ احساس کو زندہ کیا۔ آپ نے فرمایا اے اعداء کے انسانیت آج تم بے زبان معصوم لوگوں کو زندہ و رگور

ایک مجاہد اسلام کی شجاعت

اور تدبیر کا عظیم کارنامہ

فتح طرابلس

از: محمد یونس قادری



افریقائی جوانوں کے اس جوش کا رد عمل مسلمانوں پر ایسا ہوا کہ انہوں نے اپنے سپہ سالار حضرت عبداللہ ابن سعید کو میدان جنگ میں نہ آنے پر مجبور کر دیا۔

اس طرح کی وحشت ناک خبریں جب مدینہ منورہ پہنچیں تو وہ مرد مجاہد اور ممتاز فخر عرب جو اس جنگ میں حضرت عبداللہ ابن سعید کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ مگر جس نے فتوحات مصر میں اپنی شجاعت اور جوانمردی کی مثال قائم کر دی تھی جس نے باہل کی دیواروں کے سامنے سب سے پہلے اسلامی جھنڈا گاڑا تھا۔ وہ کون تھا؟

وہ زیر عوام تھے۔ جو اس وحشت ناک خبر کو سنتے ہی جوش جہاد میں تڑپ اٹھے اور اپنے ساتھ بارہ مجاہدین کو لے کر یونانی لشکر گاہ کی طرف نکل پڑے۔ ان کا اپنا اسلامی بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ جب تک میدان جنگ میں نہ پہنچ گئے۔ اپنے اوپر کھانا پینا سونا اور ہر طرح کا بخش و آرام حرام کر دیا۔ انتہائی بے چینی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کے جب میدان جنگ میں پہنچے تو چاروں طرف چلانے لگے۔ ہمارے سردار کہاں ہیں۔ کسی نے جواب دیا خیمے میں اس جواب کو سنتے ہی حضرت زیر بر لے۔ کیا اب مسلمانوں کے سپہ سالاروں کا کام خیمے میں بیٹھنا ہے۔ یہ آواز خود عبداللہ ابن سعید کے کان میں پہنچی۔ یہ سنتے ہی عبداللہ کا چہرہ تجارت سے زرد پڑ گیا۔ زیر کے سامنے آئے (جر جر) گرگوری اور اس کی بیٹی کا واقعہ بیان کیا۔ زیر نے کہا۔ کفار کے اس فریب کو کیوں نہ ان ہی پر الٹ دو۔ مسلمانوں سے پکار کر کہہ دو کہ جو شخص گرگوری کا سر کاٹ کر لائے گا سے انعام میں گرگوری کی بیٹی اور ایک لاکھ اشرفیاں دی جائیں گی۔ زیر ابن عوام کی اس تدبیر نے سپہ سالار

آفتاب اپنے دن بھر کا سفر تمام کرنے کے بعد سیاحی کی چادروں میں روپوش ہو رہا تھا اور چالیس ہزار کی فوج مسلمانوں کی حضرت عبداللہ ابن سعید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک طویل اور جان کاہ سفر کرنے کے بعد طرابلس کی دیواروں کے نیچے خیمے ڈال چکی تھی۔ طرابلس بحیرہ روم پر واقع ایک بندر گاہ ہے جو اس زمانے میں اپنے عروج اور کثرت آبادی کی وجہ سے بام شہرت کے آخری ایام زینے پر قدم رکھ چکا تھا۔ جیسے ہی اہل عرب نے طرابلس کا محاصرہ کیا یونانیوں کی ایک فوج نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ عربوں نے پہلے ہی حملے میں سب کو کھیر گلزی کی طرح کاٹ کر دریا کے کنارے ڈال دیا۔ محاصرہ میں اس وقت سستی پھیل گئی جبکہ افریقہ کے ایک مشہور بادشاہ (حبیب) گرگوری نے آکے عربوں کے سامنے اپنی صفیں قائم کیں۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی دونوں طرف کی فوجیں بڑی جوانمردی کا ثبوت دے رہی تھیں۔ آفتاب کی تمازت تیز تر ہو گئی۔ اور دونوں طرف کی فوجیں سائے میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئیں۔

دوسرے دن بھر بڑے گھمسان کی جنگ ہوئی مگر آفتاب کی تمازت نے وقت مقررہ پر جیسے جنگ بندی کا اعلان کر دیا ہو۔ دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے خیمہ میں چلی گئیں۔ الغرض کئی دنوں تک یہی ماحول رہا۔ مگر ایک دن مسلمانوں کو جنگ کا نقشہ ہی کچھ اتنا نظر آنے لگا جب افریقی فوج بڑی ہمت و جرأت کے ساتھ جان پر کھیلتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ کافروں میں یہ اشتہار دیا گیا کہ جو شخص مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو ایک ہزار اشرفیاں نقد دی جائیں گی اور اس دلفریب انعام کی امید نے افریقہ کے تمام نو جوانوں کے دلوں میں ایک نیا جوش پیدا کر دیا۔

عبداللہ کو اطمینان دلایا کہ خود ان کا بھی ذہن کھل گیا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک اور ہشیاری کا کام کیا وہ یہ کہ جتنے لوگ مقابلہ پر تھے وہ مقابلہ پر ہی رہے۔ باقی جو حضرات میں تھے انہیں حکم دیا وہ ابھی یہودی محض بیٹھے رہیں۔ جب میدان کی فوج دیر تک مقابلہ کر چکے اور دشمن کو تھکا دے تو ایک بیک تکبیر کا شور بلند کرتی ہوئی نکل پڑیں فوج کو اس انتظام سے باخبر کر کے عبداللہ اور زبیر میدان میں نکلے اور میدان کا دروازہ گرم ہو گیا اور اس بار انتہائی گرمجوشی سے مقابلہ ہوا۔ بالآخر دونوں فوجیں میدان جنگ میں اپنے جوش و خروش کا مظاہرہ اور اپنی اپنی جوانمردی کے جوہر دکھا کر تھک گئیں اور اپنے اپنے فروردگاہ کی طرف واپس ہو گئیں۔

شدت گمانے اس قدر پریشان کر دیا تھا کہ جاتے ہی ہتھیار تو ہتھیار کپڑے تک بھی اتار کر پھینک دیے اور گھوڑوں کو بھی کھول دیا کہ دم بھر آرام کر لیں۔ خصوصاً گرگوری کے فوجوں کو اب یقین ہو گیا تھا کہ اس وقت لڑائی نہ ہوگی۔ اور اس لئے بھی کہ شام ہو چکی تھی۔ جو آرام اور سونے کے لئے ہوتی ہے اچانک صدائے تکبیر بلند ہوئی اور عربی خیموں نے ایک بیک تازہ دم اور جانناز جوانوں کا ایک نیا لشکر آگیا دیا۔ افریقی اور یونانی تازہ دم اور پر جوش مسلمانوں کی صورت دیکھتے ہی حیرت میں پڑ گئے اور اس قدر مضطرب اور بدحواس ہو گئے کہ انہیں کچھ سمجھائی نہ دیتا ان کے خیال میں تائید نہیں تھی اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ گویا مسلمانوں کی مدد کیلئے آسمان سے فرشتے اور ان کی فوجیں اتر پڑیں ہیں۔ اور اہل اسلام کے دشمنوں کو دھونڈ رہی ہیں۔ غرضیکہ گرگوری کے ساتھی حیرت و استعجاب میں ہی رہے اور مسلمانوں کی تازہ دم فوج بڑھ کر ان پر ہر طرف سے حملہ آور ہو گئی۔ جو بیسائی جس مقام پر تھا وہیں اسی طرح قتل کر دیا گیا کہ اسے مقابلہ کرنے یا اپنی حفاظت کرنے کی جرأت بھی نہ ہوئی اور سب عالم حیرت سے فنا کے گھاٹ اترتے چلے گئے۔

اہل عرب نے تھوڑی ہی عرصہ میں ہزار ہا یونانیوں کا صفایا کر دیا۔ خود گرگوری کی موت کا تب تقدیر نے زبیر ابن عوام کے ہاتھوں لکھی تھی۔ چنانچہ دونوں جواں مردوں کا سامنا اٹائے جنگ میں ہو گیا۔ حضرت زبیر کا حوصلہ پہلے ہی بڑھا ہوا تھا۔ اس کے خلاف گرگوری

پر مردہ ہو چکا تھا کہ حضرت زبیر نے بڑھ کر بھرپور وار کیا اور وہ بھی قتل کے گھاٹ اتر گیا۔ البتہ اس کی ماہوش اور پری جمال بیٹی نے اپنی حفاظت کے لئے بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا اور لڑائی کے آخر وقت تک اس کی تلوار بہادریوں کے سامنے چمکتی نظر آتی تھی۔ اور وہی ہوا جو اس کی قسمت میں تھا یعنی گرفتار ہوئی اور لوٹڈی کے بطور اسلامی خیمہ میں بیٹھا دی گئی۔

اہل طرابلس اور یونانیوں کی باقائدہ فوج کو جب کہیں پناہ نہ ملی تو عربوں کے نیزوں سے بچتے کیلئے میدان جنگ ان کے سپرد کر دیا اور راہ فرار اختیار کر لی۔ اس لڑائی کا نتیجہ تو اس طرح ہوا مگر ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ گرگوری کی بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ جب قیدی اور یہ تمام سامان مدینہ منورہ میں پہنچے تو حسب فرمان امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، تمام اراکین اسلام اور مہاجرین و انصار مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ اس عظیم الشان مجمع میں زبیر ابن عوام کی جرأت مست شجاعت جوانمردی اور حکمت عملی کے کارناموں پر ایک طویل اور پر جوش خطبہ پڑھا گیا اور اسی مجمع میں حسب وعدہ انعام ایک لاکھ دینار اور اور گرگوری کی بیٹی زبیر ابن عوام کی نذر کر دی گئی۔ زبیر ابن عوام نے اسے اپنی کینر بنا کر رکھا اور آتی دنیا تک بتا دیا کہ جو مسلمانوں سے بدعہدی کے ساتھ پیش آئے ہیں اس کے لئے خیر اور اس کا سر رہے گا۔

بقیہ : ”دہی“

ہوتی ہے اور کھانسی و زکام بھی، دہی کو دم ٹہر پھر اور فرنج میں 7 روز سے زیادہ رکھنے سے اس کا ذائقہ خراب ہوتا ہے، کمر یا جوڑوں میں درد ہو، خند زیادہ آتی ہو کبھی کبھی بخار آجائے تو کسی پینے سے پرہیز کرنا چاہئے بلقی مزاج والے چھاپہ کے ساتھ سونڈھ اور سیا و مرج پھانک لیں مری میں دہی میں مصری ملا کر پیٹا اور بادی میں نمک ملا کر پیٹا مفید ہے۔ بیرونی اثرات: دہی یا چھاپہ شہد میں ملا کر چٹیل اور اگیڑما کے مریضوں کے دگنا مفید ہے۔

زیادہ کس حسن: ایک کپ دہی میں ایک کھانے کا چمچہ اور چٹا لیمن جوس اچھی طرح ملا کر چھڑے، گردن اور ہاتھوں پر لگانے 15 منٹ بعد کمر سے یا نشو سے صاف کر کے دھولیں اگر بالوں میں خشکی ہو تو خالص دہی بالوں کی جڑوں میں خوب اچھی طرح سے 4 سے 5 منٹ تک مساج کر کے چند منٹ بعد سر دھولیں اس سے نہ صرف بالوں کی خشکی ختم ہوگی بلکہ بال نرم، ملائم اور چمکدار بھی ہو جاتے ہیں بیٹھے میں ایک مرتبہ مساج ضرور کریں۔ وہ یہاں خواتین 2، 3 دن چھاپہ رکھنے کے بعد اس سے بالوں کو دھوتی ہیں جس سے بالوں کی میل اور خشکی دور ہوتی ہے اور بال ملائم اور مغیوط ہوتے ہیں۔

معاشرے میں خرافات کی ریل پیل



از : شیخ منظر عالم

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کوئی قوم پستی اور گمراہی کے طوفان میں گھر کر تاریکیوں میں گرے ہے اس قوم پر سب سے پہلے ثقافت کے نام پر جڑیشن گیپ کے نام پر زہر گھولا جاتا ہے آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ اس بد قسمت قوم میں بھی کبھی ثقافت کے نام پر کبھی مختلف دلوں کے ناموں کو لیکر کبھی ترقی کے نام پر اس فوجوان نسل کے اندر ایسا زہر گھول دیا گیا ہے جس سے معاشرے میں خاندانوں کے شیرازے بکھر رہے ہیں۔ چھوٹے بڑے کی تیز ختم ہو رہی ہے اور گزشتہ دس سالوں میں طلاق کی اوسط بھی انتہائی حد تک بڑھ چکی ہے۔ انسوس یہ ہے کہ یہ کوئی غیر نہیں کر رہا بلکہ سب غیروں کے الہکار میں کرا رہے ہیں ہاتھ پاؤں کاٹ رہے ہیں کبھی مدرے کے نام پر کبھی فادرے کے نام پر کبھی ویلنٹائن ڈے کے نام پر کبھی ہینٹ کے نام پر اس قوم کو اور خصوصاً فوجوان نسل کو جس نے ابھی اپنے مخصوص بچپن سے نکل سحور کی آنکھ کھولی ہے۔ اس نسل میں زہر کا ایسا خطرناک انجکشن لگایا جا رہا ہے جبکہ المیہ یہ ہے کہ لگانے والے ہمارے الیکٹرانک میڈیا پر نہ میڈیا اور ہم بحیثیت قوم سب شامل ہیں اور اب تو بات اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ ہمارے رہائشی علاقوں میں کلیوں کے نام پر کوشیوں، جنگوں، بگڑی فلیٹوں میں ڈانس ٹائٹ، جمبولہ ٹائٹ اور ہینٹ میبلے کے نام پر خرافات کا مجمع لگایا جاتا ہے بلکہ اب تو چوری چھپے چھوٹے چھوٹے اپارٹمنٹس میں بھی ریڈ امیریا کے لوگ آباد ہو کر اپنا کاروبار چکا رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں بعض کلیوں میں ہینٹ میبلے اور جمبولہ ٹائٹ کے نام سے ایسی خرافات کا عملی مظاہرہ کیا گیا کہ شرافت کا تپ ابھی اور اس سے نہ صرف ان کلیوں کے اندر جو کچھ ہوا سودہ ہوا مگر ان کلیوں کے آس پاس رہنے والوں کو نہ چاہتے

ہوئے بھی جس اذیت سے گزرتا پڑا وہ ان ہی کا دل جانتا ہے کہ ایک طرف اسپیکروں پر کانوں اور شور شرابے کا زور اور دوسری طرف آس پاس کی کلیوں کو پارکنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا کہ کسی کو بھی کسی ایمر جنسی میں ٹھکانا پڑے تو اس پر کیا بیٹے گی۔ میرے ذہن میں بار بار ایک سوال ابھر رہا ہے کہ آخر وہ کوئی قومیں ہیں جن کے اشاروں پر ہم اپنی آنے والی نسلوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ شاید آج کسی کو اس کا احساس نہیں مگر تجانبے کیوں ہم اپنی فوجوان نسل کے ذہنوں کو ختم کر رہے ہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ ہم بحیثیت قوم اپنے یہاں ایسے پروگرام شروع کریں جس سے ہماری فوجوان نسل قیام پاکستان، تحریک پاکستان اور اپنی قومی روایات سے واقف ہوتی جبکہ کچھ عرصے پہلے ایک ٹی وی چینل کے میزبان نے کراچی کے چند ماڈل اسکولوں کے اولیوں اور اے لیول کے طالب علموں سے پاکستان کا قومی ترانہ سناتے کو کہا تو میری آنکھیں اس وقت شرم سے جھک گئیں جب طالب علم قومی ترانے کی ایک یا دو لائیں بھی نہ سنا سکے۔ دوسری بات اگر ہمیں تھلیدی کرنی ہے تو کم از کم اپنے دشمنوں کی اچھی باتوں کی نقل ہی کر لیں مگر اس کے برعکس اس کے آشائوں کا پرچم اٹھا کر ان کے ثقافتی تہذیبی حیلوں کا اپنی فوجوان نسل کو دکھا کر کرنے کا مسلسل موقع دے رہے ہیں کنبہ کا مطلب یہ ہے کہ آج ہمارے لئے یہ لمحہ فکر ہونا چاہئے کہ ہمیں اپنی فوجوان نسل اور آنے والی نسل کو اس بیرونی ثقافت کے نام پر پھیلانے جانے والی جاہلی سے بچانے کی تدابیر کرنی ہوں گی اور اس کے لئے ہمیں بحیثیت قوم سب کو کردار ادا کرنا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اس کے ذمہ دار ہیں اور مجھے خود بھی کچھ عرصہ پہلے ایک ٹی وی چینل پر ہار ڈے پر بلایا گیا تو میں نے اپنی گفتگو اس طرح شروع (بقیہ صفحہ نمبر 28)



مو سم گرما کی خاص سوغات

دہی

از: شاکستہ زریں

نبی کریم ﷺ کی مرغوب غذاؤں میں دودھ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے آپ ﷺ کو دودھ سے بنی اشیاء بھی مرغوب تھیں دودھ سے بنی اشیاء میں دہی اور دہی سے بنی اشیاء میں چھانچہ بہت اہمیت کی حامل ہے سو کی تبدیلیوں کا اثر انسان کی روزمرہ کی خوراک اور غذا پر بھی ہوتا ہے اب جب کہ ہر جانب سے گرمی کی پکار سنائی دے رہی ہے تو دہی کا استعمال بھی بکثرت ہو رہا ہے غذائی و طبی لحاظ سے بھی دہی سودمند ثابت ہوتا ہے۔

پیداوار: حکیم محمد عثمان صحت کا انسائیکلو پیڈیا میں لکھتے ہیں دودھ حیوانات سے لے کر انسان تک کی غذا میں اہم کردار ادا کرتا ہے دودھ پر طرح طرح کے تجربے ہوئے اور ان تجربوں میں دودھ کو دہی کی شکل میں تبدیل کر کے انسانوں کیلئے اور زیادہ مفید بنا دیا ہے اس سے کریم اور مکھن بھی تیار ہوتا ہے دودھ سے دہی بنانے کا رواج 3 ہزار سال قبل مسیح میں شروع ہوا تاریخ بتاتی ہے کہ قراغیہ مصر کے دسترخوان پر دہی ایک عمدہ غذا کے طور پر رکھا جاتا تھا پھر ایران، روس، عرب، بلخانی ریاستوں اور متحدہ ہندوستان میں صدیوں سے دہی غذا کا اہم جز دور ہوتا آیا ہے۔ 1900 کے آغاز میں شمالی مشرقی امریکہ میں ترکی اور آرمینی دہی بناتے تھے 1940ء میں "ڈائن کالامو" نے بروکس میں پہلے سے موجود ٹیکنیکی خرید کر یورپ سے لائے ہوا سامن سے دہی بنائی ڈاکٹر خالد غزنوی "طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس" میں قسط 17 میں دہی کو انگریزی میں گھڑا ہوا دودھ کہتے ہیں پرانا طریقہ یہ ہے کہ دودھ میں تھوڑی سی دہی ملا کر اسے کچھ دیر ایک مسئل درجہ حرارت پر رکھتے ہیں دودھ جم کر دہی بن جاتا ہے جدید تحقیقات

سے معلوم ہوا کہ جراثیم کی ایک قسم Bacterium Balgaricum جب دودھ میں داخل ہوتی ہے تو اسے ہمارے موجود کمکیات کی مقدار میں اضافہ کرتی ہے ان مشاہدات کی بنا پر ان جراثیم کا ایک خالص محلول تیار کیا جاتا ہے اور انکو دودھ کی مقدار کے مطابق برتن میں ڈال کر ہلاتے ہیں پھر ان برتنوں کو Incubator میں ایک خاص درجہ حرارت پر 4 گھنٹے رکھا جاتا ہے تو یہ دہی تیار ہو جاتا ہے۔

غذائی اجزاء: دہی کے ایک کپ میں 170 بین الاقوامی یونٹ وٹامن 1، 1 ملی گرام وٹامن B1، 44 ملی گرام تھامین 2 ملی گرام نایسین، مکھن نکالے ہوئے دودھ سے بنے ہوئے دہی کا تناسب ایک کپ دہی میں پروٹین 8 گرام، آئرن 0.1 ملی گرام، کالشیم 294 ملی گرام، فاسفورس 270 ملی گرام، پوٹاشیم 50 ملی گرام، سوڈیم 19 ملی گرام، حرارے 125 خالص دودھ سے بنے ایک کپ دہی میں پروٹین 7 گرام، کالشیم 272 ملی گرام، حرارے 150 ہیں۔

غذائی افادیت: دودھ کے مقابلے میں دہی میں دو گنی غذائیت ہوتی ہے اس سے خون بنتا ہے 1 پاؤ دہی میں 1/2 سیر گوشت کی غذائیت ہوتی ہے احمد ظیل خان کے مطابق "1900ء کے پہلے عشرے میں ایک سائنسدان "ڈاکٹر ایلیا" نے ایک رسالے "طول حیات" میں اپنا یہ مشاہدہ کیا ہے کہ بحیرہ روم کے طاس میں واقع ممالک اور خصوصاً بلغاریہ کے دار الحکومت سوفیا میں لوگوں کی عمریں اس لئے طویل ہیں کہ وہ دہی استعمال کرتے ہیں، بلغاریہ روزانہ 7 پونڈ دہی کھاتے ہیں، دہی میں چکنائی اور حراروں کی مقدار بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن پروٹین کی مناسب مقدار موجود ہوتی ہے جو جسمانی خلیوں اور پٹھوں کی نشوونما

خون کے سرخ خلیوں کی تعمیر اور قوت مدافعت بڑھانے کا باعث ہے۔
ایٹنی بائیونک ادویات استعمال کرنے والوں کے لئے دہی غذائی قوت
کی حامل ہے بوزھوں اور بچوں کے لئے دہی بہترین غذا ہے۔

طبی افادیت: دہی میں متعدد امراض کے خلاف مدافعت کی قوت و
اثر موجود ہے فرانس میں دہی کو "حیات جاویداں" کا نام دیا گیا ہے
دہی یا چھاچھ میں شہد ملا کر بطور غذا یرقان کے مریض کو کھلانا مفید ہے

دہی سے آنکھوں کا نظام درست رہتا ہے، دہی اور چھاچھ کی ترشی میں
تیزابیت برابر مقدار میں ہوتی ہے جو آنکھوں سے مضر صحت جراثیم دور
کر کے قدر کو قابل ہضم بناتی ہے اور اس میں تھوڑی مقدار میں موجود

الکحل اور کاربوئیک ایسڈ گیس غذائی نالی کے اعصاب کو متحرک رکھتی
ہے۔ دہی اور چھاچھ کا کردار ایسے مٹین کا ہوتا ہے جس کے استعمال
سے فضلات انتریوں سے باآسانی نکل جاتے ہیں یونانی طب میں

چھاچھ، معدہ، جگر اور خوں کی تیاریوں کی دوا میں معاون ہوتی
ہیں۔ گیس کے مریض دہی میں نمک اور کالی مرچ ملا کر استعمال کریں
، دائمی قبض کے مریض 6 ماشہ کشمش یا سبب ملا کر دہی استعمال کریں، جن

افراد پر سردی کا اثر جلدی ہوتا ہے وہ دودھ میں 3 ماشے سے 6 ماشے
اور ک یا پسی ہوئی سوخا ملا کر کھائیں تو فائدہ ہوگا، اسہال کے مریضوں
کو دہی میں 3 ماشہ سیبہ زیرہ ملا کر کھانا چاہیے دہی کے استعمال سے با

دہی دور ہوتی ہے دہی میں شکر ملا کر پینے سے زکام میں فائدہ ہوتا ہے۔
گائے کے دودھ کی دہی کا استعمال تپ دق، پرائی کھانسی، دسمادریا
سیر میں مفید ہے اس سے پیش اور سنگریخی کا خاتمہ بھی ہوتا ہے

بچوں کے اسہال، بخار اور اعصابی کمزوری، خوں اور آنکھوں کے امرا
ض، دل کی عام بیماریوں میں دہی بطور غذا اور دوا مفید ہے اس کے
استعمال سے معدے اور آنکھوں کا درم تحلیل ہو جاتا ہے روایت ہے کہ

چھاچھ بیکر کو ایسے صاف کر دیتی ہے جیسے دھوئی کپڑے کو دھو کر کھار دیتا
ہے۔ نصرت اشیر چپ کے مطابق ہر ایک خوردنی شے کو ہضم کرنے کے
لئے چھ تہایت فائدہ مند ہے۔ قدرتی طور پر واقع امراض سے اس

لئے تمام دوائیوں سے افضل ہے۔
نظام ہضم: دہی میں پایا جانے والا پروٹین باآسانی ہضم ہو کر جردن
بن جاتا ہے مکھن نکالی ہوئی لسی جس میں دہی سے ایک تہائی یا چوتھائی

پانی ڈالا گیا ہو کمزور ہاضمہ والوں کیلئے مفید ہے۔ جس چھاچھ سے مکھن
نکال لیا جائے وہ لکڑی اور زود ہضم ہوتی ہے اور جس چھاچھ میں سے
مکھن نہ نکالا جائے وہ دیر ہضم اور ٹھیکس ہوتی ہے۔

استعمال: عام خیال یہی ہے کہ دہی میں پختائی بہت ہوتی ہے جب
کہ حقیقت یہ ہے کہ دہی میں موجود اجزاء وزن کم کرتے ہیں۔
دیہاتوں میں گرمی کی تپش اور پیاس کی شدت کم کرنے کے لئے

چھاچھ کی لسی میں نمک لگا کر پی جاتی ہے۔ بالخصوص دوپہر کے کھانے
کے بعد یہ کسانوں کا مرغوب مشروب ہے جبکہ شہری صبح ناشتہ دہی کھچے یا
لسی سے کرتے ہیں۔ امریکہ پر مارکیٹوں میں خالص دہی اور مختلف

ذائقوں اور پھلوں خام دہی بھی دستیاب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کو
لیشرول کم کرنے کے لئے کم پختائی اور بغیر پختائی کے دہی کی فرو
خت عام ہے امریکی محکمہ زراعت کے مطابق دہی کا بیشتر استعمال

عام ہے دنیا بھر میں بھیڑوں، بھینسوں، اونٹنیوں اور بکریوں کے دودھ
سے دہی تیار ہوتا ہے اب بازار سے فوری تیار ہونے والے دہی کا
پاکوڑ دستیاب ہیں جن میں دودھ ملا کر دہی کا فیک بنا لیا جاتا ہے۔ دہی

کے تیزابی مادے کی وجہ سے غصے پر قابو پایا جاسکتا ہے، گاجر، مولی،
چھندر، ٹماٹر، پیاز، دھنیا، پودینہ، کیلا، سیب، امرود کاٹ کر یا چھاچھ
میں ڈال کر ایک لذیذ ڈش بنائی جاسکتی ہے، چھاچھ اور مین ملا کر کڑھی

کا سالن تیار ہوتا ہے جو بڑھاپہ کی بہت مقبول ڈش ہے۔
مضرات و احتیاط: کمزور افراد کو دہی کی مقدار رفتہ رفتہ بڑھا کر
استعمال کرنی چاہئے بھینس کی دہی کی چھاچھ پختی، بھگم پیدا کر دہی

لذیذ اور بھاری ہوتی ہے خون بھی خراب کرتی ہے اس لئے اس کے
استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے اور اگر کریں بھی تو اس میں سوخا، کالی
مرچ، پٹلی اور سیندھا نمک کا سفوف ڈال کر پیٹنا چاہئے۔ اگر کسی موسم

میں لسی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ ہو تو ایک پاؤلسی میں 8 رتی
سیندھا نمک 8 رتی کالی مرچ زیرے کا سفوف ملا کر استعمال کریں
دہی ہمیشہ سردست جانور کے دودھ کا بنانا چاہئے۔ اس کے علاوہ

صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہئے دودھ دو بنے والا اور دہی بنانے
والا برتن صاف ہونا چاہئے۔ زیادہ کھانا دہی مضر صحت ہے اس کے
استعمال سے غذائی صلاحیت بھی ضائع (صفحہ نمبر 30)

کیا تعلیم یافتہ انسان ہی باشعور ہے؟

از: محمد سلمان اشرفی

تعلیم انسان کو شعور سے آگاہی کا پیمانہ ہوتی ہے اچھے برے کی تمیز آتی ہے ہمارا کون سا عمل ایسا ہے جو دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث ہو اسے ترک کرنے کا ہنر سکھاتی ہے اپنی باشعور باتوں سے دوسروں میں زندگی کی ایک نئی امنگ جگانے کا باعث ہوتی ہے پڑھے لکھے اور ان پڑھ میں تمیز پیدا کرتی ہے ہمارا اس دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ بڑوں چھوٹوں کا احترام دنیا کے بارے میں معلومات کے حصول کا سبب بنتی ہے یہ سب ہمیں تعلیم ہی کی وجہ سے سمجھ آتا ہے کہ اگر کوئی اچھا کام ہے تو اسے چھا کہنے کی وجہ سے سمجھ آتا ہے کہ اگر کوئی اچھا کام ہے تو اسے چھا کہنے کی وجہ اور اسے کیوں اور کس لئے کرنا چاہئے اور اگر کوئی برا کام ہے تو اسے کیوں نہیں کرنا چاہئے کیوں ترک دیتے ہیں ہماری بہتری ہے مگر۔۔۔ آج جو بات ہمیں سوچنی ہے وہ یہ ہے کہ کیا تعلیم کی اس تعریف میں اور ہمارے ذہن میں جو تعلیم حاصل کرنے کی تعریف یا مقصد ہے اس میں ہم آہنگی ہے؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں ہے؟ ہم اوری تعلیم حاصل کرنے کے بارے میں محور سوچ کیا ہے اگر ہم یہ مضمون لیں گے تو ہمیں جواب ملے گی؟ اگر نہیں ملے گی تو کیا فائدہ تعلیم حاصل کرنے کا دوست! تم یہ کون سا مضمون لے کر بیٹھ گئی ہو، بیٹھ گئے ہو اس میں کوئی اسکوپ نہیں، تعلیم حاصل کرنے کا فائدہ؟ بس جلدی جلدی تعلیم مکمل ہو جان چھوٹے میں تو تنگ آ گئی ہوں اب تک آگیا ہوں پڑھ پڑھ کے۔۔۔ مجھے 100 فیصد یقین نہیں تو 75 فیصد تو یقین ہے کہ قارئین ان تعلیمی سوچوں سے آشنا ہوں گے اور اس سے اتفاق کریں گے۔

ہماری اپنی یہ سوچ ہے اور پھر مورا لزام ٹھہراتے ہیں دوسروں کو، کہ اس کی وجہ سے میں پڑھ نہیں سکا، یہ جتنی بات ہے کہ جب ہماری سوچیں

منتشر ہوں گی تو ہم ان چند فیصد جو خوش قسمت لوگ تعلیم کے زہر سے مستفید ہوتے ہیں ان کی طرح صحیح طرح سے ہرگز نہیں پڑھ پائیں گے جبکہ ہمارے پاس کوئی سا بھی مضمون ہو، ہمیں اس کے بارے میں یہ باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں کہ ہمیں ہمارا منتخب کردہ مضمون پڑھانے والے کون ہیں؟ استاد تو جب ان کے لئے اس فیلڈ میں جگہ نکل آئی تو کیا ہماری کچی لگن اور محنت سے ہمیں بہتر جگہ نہیں ملے گی؟ اس لئے سب سے پہلے تو اپنے ذہن کو دوسروں کی باتوں سے نہیں اپنے مقصد پر لگانا چاہئے تاکہ ہم صرف بے دلی سے ڈگری کے حصول کے لئے تعلیم حاصل نہ کریں بلکہ اس معاشرہ کا ایک یا اختیار یا عزت اور کامیاب پٹری بن کر اپنے وطن کا نام روشن کریں اب یہ ہمارا مقصد ہے اور ہمارے اپنے اوپر منحصر ہے کہ ہم ڈگری حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ یا ڈگری حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ شعور سے آگاہی بھی ہمارا مقصد حیات ہے؟

گھٹک سے کچھ تھوڑا آگے جائیں تو جزا نظر آتا ہے جہاں بے انتہا غربت ہے لیکن یہ شہر یورپین ممالک کے بعد سب سے زیادہ محفوظ ترین شہر ہے یہاں کے لوگ اپنے گھروں کو تالے نہیں لگا تے برٹس مین لوگ راتوں کو اونچے اونچے پہاڑوں پر گزرتے ہوئے کبھی خوف محسوس نہیں کرتے کہ کوئی اس کا سر بایہ لوٹ لے گا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بار ایک شخص اپنی قیمتی گھڑی ایک رواں دواں روڈ پر گھما بیٹھا کافی دور جا کر جب انہیں خیال آیا تو انہوں نے واپس اسی سڑک پر آنے کا ارادہ کیا تو ہمراہ دوست کیپتے ہیں کہ اب کوئی فائدہ نہیں اب تو آپ کی گھڑی کوئی لے کر چکا ہوگا کیونکہ کافی دیر ہو گئی ہے لیکن جب وہ شام کے وقت اسی سڑک پر آئے تو ان کی گھڑی

اپنی جگہ اپنی جگہ پڑی تھی کسی نے اس کو ہاتھ بھی نہ لگا یا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ غریب شہری ہیں غیر تعلیم یافتہ ہیں، ان بڑھ جابل لوگ رہتے ہیں لیکن لوگ اور ان کے اموال محفوظ ہیں۔ کیسے؟ جواب بہت آسان ہے کہ غیر تعلیم یافتہ غریب زندہ ہوتے ہوئے بھی باشعور ہیں زیادہ نہیں، چند سال بھی پیچھے چلے جائیں تو ہمیں یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ ہمارے بڑے بھی زیادہ پڑھے لکھے نہیں لیکن ان کی باتیں ہمارے لئے بہت زیادہ مفید اور حیران کن حد تک ہماری سوچ سے مشابہت رکھتی ہیں ہماری ہر غلط اور صحیح بات کو فوراً نتیجہ خیز انداز میں بیان کر کے ہمیں حیران کر رہے ہیں آج کے جدید دور میں ہمارے تمام ذرائع ہیں علم حاصل کرنے کے لئے استاد کتا ہیں کمپیوٹر کی وسیع دنیا انسائیکلو پیڈیا سب کچھ ہے لیکن ہم عمل میں بہت پیچھے ہیں پھر قانون کو توڑنے کے لئے پورے دروازہ ہے باشعور لوگ ہی ڈھونڈتے ہیں پاکستان میں 34 فیصد لوگ پڑھے لکھے ہیں اور ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو صرف خط لکھتا جانتے ہوں اور دستخط کر سکتے ہوں باقی لوگ جو غربت کی کیر سے بھی نیچے زندگی گزار رہے ہیں بنیادی سہولیات سے محروم ہیں وہ حکومت کے معاملات کی سوجھ بوجھ سے عاری ہیں اور بے شکل اپنی ضروریات زندگی کے حصول کے لئے سرگرداں رہتے ہیں تو پھر ہمارے پڑھی لکھی حکومت میں پہلی بد نظمی پڑھی لکھی عوام کے سر دروپیے نو جوانوں میں Short Cuts کی طرف بڑھتا ہوا رجحان کہیں اس بات کی عکاسی تو نہیں کہ ہم جتنا علم حاصل کر رہے ہیں اتنا ہی عمل سے دور جا رہے ہیں؟ حالات و واقعات کا مشاہدہ اس بات کو کس حد تک صحیح مانتے ہیں اس کا جواب میں آپ پر چھوڑتی ہوں۔

تعلیم تو ہمیں سکھاتی ہے کہ دوسروں کا احترام کیا جائے لیکن جب طبقہ قسیمی کو درمیان میں لے آیا جائے امیر و غریب کے درمیان ایک اونچی دیوار کھڑی کر دی جائے یہ یاد کر لیا جائے کہ دوسروں کو گرا کر ہمیں آگے بڑھنا چاہئے اس میں کوئی برائی تو نہیں تو بڑے چھوٹے کی تمیز ادب و احترام میں باتیں ”غیر“ ہے اور دنیا نوی محسوس ہوتی ہیں تعلیم یافتہ لوگ ہی اپنے عہدے اپنے کو درمیان میں لا کر ہر جائز و ناجائز کام کرواتے ہیں جس کی مثال ایک گورنر صاحب نے خود دی کہ جب ایک گورنر صاحب اپنے کسی ڈیرے جا گیردار دوست کو ایک

اعلیٰ عہدہ دلوانے کے لئے تنگ و دو کر رہے تھے لیکن ان کے دوست جب مرحلہ وار سٹیٹ میں فٹس ہو گئے اور انچارج لے لیا کہ آپ اس عہدے کے لئے موزوں نہیں ہیں تو وہی معزز گورنر صاحب درمیان میں آئے اور اپنے وسیع اثر و رسوخ کے تحت Rejected شخص کو Selected بنانے کا عملی ثبوت پیش کیا اسی طرح ایک نامی گرامی ڈاکٹر صاحب کا بیٹا جب انٹر میں فٹس ہو گیا تو انہوں نے اپنے لیے با تھوں کے ذریعے اس لڑکے کو C.ss کے ٹاپ ہولڈر طالب علموں میں شامل کر کے باہر بھجوا دیا ملک کی خدمت کے لئے۔ ان حالات کے پس منظر تھا حق کو جاننے کے بعد کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم یافتہ انسان ہی بھی باشعور انسانوں کی Category میں شامل ہوتا ہے۔ اور ان پڑھ انسان شعور سے عاری ہوتا ہے؟ ہمیں صرف ظلم کو عمل میں ڈھالنے کی ضرورت ہے شاید کہ ہمارا عمل کسی دوسرے کے لئے مثبت Turning بن جائے اگر ہم ان چند فیصد خوش قسمت افراد کی فہرست میں شامل ہوئی گئے ہیں کہ جن کا نام تعلیم یافتہ افراد کی فہرست میں لیا جاتا ہے تو ہمیں تعلیم کو عمل میں رونمائی ہوئے بہت باشعور تعلیم یافتہ شہری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا اور ملک و قوم کا نام روشن کرنا چاہئے پڑھے لکھے جابل ہونے کا ثبوت بھی نہیں دیتے ہوئے اپنے مثبت عمل کے ذریعے اچھے کاموں کو فروغ دینا چاہیے اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

علمی مذاکرہ

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

ہر اتوار بعد نماز ظہر

بمقام

مسجد حبیب

عقب لیاقت نیشنل لائبریری،

مقبول آباد، کراچی۔

خون کی پیاس کب بجھے گی؟

از: ڈاکٹر صفدر محمود

خدا جانے اس دھرتی کا سینہ کب ٹھنڈا ہوگا، اس کی پیاس کب بجھے گی؟ گزشتہ ایک دہائی سے یہاں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں، ماؤں کی گودیں اجڑ رہی ہیں، خاندان تباہ ہو رہے ہیں، لیکن یہ سلسلہ بند ہونے کا نام نہیں لگا۔ ہر صبح ایک موہوم امید کے ساتھ طلوع ہوتی ہے اور ہر رات آنسوؤں میں بھیگ جاتی ہے۔ ایک دہائی سے یہ جنگ جاری ہے لیکن اس کے باوجود قوم اس حوالے سے خانوں میں جٹی ہوئی ہے۔ کوئی اسے بے چہرہ جنگ، کوئی اسے امریکہ کی جنگ اور کوئی اسے پاکستان کی جنگ کہتا ہے لیکن پاکستانی قوم بحیثیت قوم کسی ایک نقطے پر متفق نہیں۔ داخلی اور اندرونی بحیثیت قوم کسی ایک نقطے پر متفق نہیں۔ داخلی اور اندرونی جنگ کا یہی خاصا ہوتا ہے۔ کسی دشمن ملک کی جانب سے یلغار کی جائے تو دشمن کا چہرہ عیاں ہوتا ہے لیکن ملک کے اندر جنم لینے والی جنگ اور باطن سے چلنے والی گولیاں قوم کو بھی تقسیم کر دیتی ہیں اور دشمن کا چہرہ کئی حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ دہشت گرد ہمارے اندر سے نقب لگا رہے ہیں، وہ ملک کو کھڑکھڑاتے ہیں، پانچ ہزار سیکورٹی اہلکار اور تقریباً تیس ہزار سولین اس جنگ کے شعلوں میں شہید ہو چکے ہیں۔ ہر پاکستانی عدم تحفظ اور خوف میں مبتلا ہے، محیشت کا بیڑا غرق ہو چکا ہے۔ اور ساری دنیا ہر پاکستانی کو دہشت گرد سمجھنے لگی ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے ملک کے اندر ایسے طبقے بھی موجود ہیں جو دہشت گردوں کی حمایت کرتے ہیں۔ انہیں رقوم اور اسلحہ بھجھ بھجھاتے ہیں، جب دہشت گرد شہروں میں واردات کرنے کیلئے آتے ہیں تو یہ لوگ انہیں پناہ دیتے ہیں، دہشت گرد ہمارا خون کرنے کے بعد گولی کا نشانہ بنتے ہیں تو یہ لوگ انہیں شہید کہتے ہیں جبکہ قرآن حکیم کا فیصلہ بڑا واضح ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا منقسم قوم، ذاتی طور پر جٹی ہوئی قوم اتنے خطرناک دشمن سے ٹپٹ سکتی ہے۔ جو ہمارے اندر موجود ہے؟ دہشت گرد کس دید و لیری اور ہے

رجی سے ملک و قوم کو تباہ کرنے پر تلبے ہوئے ہیں، ان کے انتقام کی آگ ہر روز تیز سے تیز تر ہو رہی ہے اور ہمارے اندر ایسی جماعتیں اور ایسے گروہ بھی موجود ہیں جو ان دہشت گردوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور اسے امریکہ کے خلاف جہاد سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف عدالتی نظام ہے کہ آج تک کسی دہشت گرد کو سزا نہیں ہوئی۔ امریکہ ایبٹ آباد میں آپریشن کر کے چلا گیا، اسامہ کی موت کی خبر خود امریکی صدر نے یوں دی جیسے انہوں نے اپنے سب سے بڑے دشمن پر فتح پائی ہو اور پھر اسامہ کے قتل پر امریکہ میں جشن منائے گئے لیکن خدا کی پناہ اس کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ اسامہ کو مارا امریکیوں نے لیکن اس کا انتقام لیا گیا فرغیر کا منسلکری کے ان جوانوں سے جو تربیت حاصل کرنے کے بعد وردی پہنچے اور فرائض سرانجام دینے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ان دہشت گردوں کی آتش انتقام کوئی ایک سو کے لگ بھگ نو جوانوں کا خون کرنے کے بعد بھی ٹھنڈی نہ ہوئی اور وہ اوھر اوھر چلنے والوں اور سیکورٹی ایجنسیوں کی چوکیوں پر حملے کر کے اسامہ کا بدلہ لیتے رہے جسے پاکستان کی سر زمین نے پانچ سال سے پناہ دی اور جسے پناہ دینے کی سزا عالمی شعبے اور امریکی انتقام کی صورت میں ہمیں مل رہی ہے۔ پاکستان کو یوں کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ جیسے پاکستانی صدر سے لے کر عام شہری تک بھی مجرم ہوں۔ غور کیجئے تو محسوس ہوگا کہ ان دہشت گردوں اور پاکستانی طالبان کے طفیل پاکستان جبر، ظلم اور انتقام کی چکی کے دوپٹوں کے درمیان پھنس رہا ہے اوھر طالبان پاکستانیوں کا خون بہا رہے ہیں تو دوسری طرف امریکی صدر بار بار اسامہ جیسا آپریشن کرنے کی دھمکیاں دے رہا ہے اور تیسری طرف امریکی سینٹروں کی ایک مؤثر لابی نہ صرف پاکستانی اعداؤ پر قدغن لگانے کا مطالبہ کر رہی ہے بلکہ بعض حضرات تو پاکستان سے تعلقات منقطع کرنے کی خواہش کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ اس

صورتحال نے ہمارے دیرینہ دشمنوں کو پس پردہ کرتا رہا بلانے کا موقع دے دیا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق امریکہ میں بھارتی لابی پاکستان کے خلاف متحد ہو کر کام کر رہی ہے اور اپنا اثر و رسوخ بروئے کار لارہی ہے جبکہ پاکستانی لابی شدید مخالفت کے سبب مدافعت کے جال میں پھنس چکی ہے۔ سارے جہاں میں شور مچا ہے کہ پاکستان دہشت گردی کا مرکز بن چکا ہے جبکہ پاکستانی قوم ابھی تک اپنے دشمن کو کبھی نہیں پہچانتی۔ دشمن شہروں میں دھمکتا پھرتا اور کھلے عام خون بہاتا پھرتا ہے لیکن ہمیں ابھی تک یہ بھی علم نہیں ہو سکا کہ یہ جنگ کس کی ہے کون کس کا خون بہا رہا ہے؟ کون جی ایچ کیو راڈ پلنڈی سے لے کر کراچی میں تو اتر سے نیوی کی بسوں پر حملے کر رہا یا در کون آج رات کی تاریکی میں چھپ کر پی این این مہراں میں ٹھس گیا ہے۔ ہماری نااہلی اور کوتاہیوں کا یہ عالم ہے کہ کراچی میں مسلسل دو صبحوں کا آغاز نیوی کی بسوں پر حملوں سے ہوا لیکن اس کے باوجود ہم خطرے کو نہ بھانپ سکے اور نیوی کی املاک کی سیکورٹی کیلئے فول پروف انتظامات نہ کر سکے۔ دشمن کراچی کے گلی کوچوں میں موجود تھا اس نے ہمارے ہی گھروں میں پناہ لے رکھی تھی وہ کئی روز سے اس علاقے کی ریکی کر رہا تھا اور حملے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا لیکن نہ تو ہماری انٹیلی جنس ایجنسیوں کو خبر ہوئی اور نہ ہی ہماری سیکورٹی اتنی مضبوط و منظم تھی کہ اچانک حملے کو روک سکتی۔ سچی بات یہ ہے کہ ایسی خبریں سن کر لوگ صدمے اور حیرت کے بت بن گئے ہیں۔ جب تک ان کے جسم کے کسی حصے پر وار نہ ہو وہ صدمے برداشت کرنے کے عادی ہو گئے ہیں اور بے حس کی تصویر بن جاتے اور غم میں دو بے ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں کس گناہ کی سزا مل رہی ہے؟ کبھی غور کیا آپ نے کہ اس دھرتی کو خون سے پیاس بجھانے کی عادت پڑ گئی ہے۔ پیاس پانی سے تو بجھ جاتی ہے لیکن خون سے کبھی نہیں بجھتی بلکہ دو آنسو ہوتی چلی جاتی ہے۔ کوئٹہ کے قریب خروٹ آباد میں چھ معصوم کسمن باشندوں کے قتل عام نے مجھے رلا رلا دیا میں دوراتوں سے پھٹن کی غینہ سونہ سکا۔ وہ مسلمان تھے کہ انہوں نے خروٹ آباد کی مسجد میں نماز ادا کی، وہ غریب تھے کہ ان کی بے سروسامانی کی داستان پتھر دلوں سے بھی آنسوؤں کے چشمے رواں کر دیتی ہے، چھ افراد پر مشتمل کتبے کی خاتون نے پولیس اہلکاروں کی

دست درازی سے بچنے کیلئے دوڑ لگائی تو ایف سی اور پولیس نے نشانے باندھ باندھ کر ان معصوم جانوں کا خون بہا دیا، وہ فریادیں کرتے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر زندگی کی بھیک مانگتے رہے لیکن ہمارے اہلکار تھے کہ ان کیلئے جانماری کا یہ منبری موقع تھا۔ میں ٹی وی سکرین پر اس منظر کو دیکھ دیکھ کر سوچتا رہا کہ نہ جانے اس دھرتی کی پیاس کب بجھے گی؟ نہ جانے یہ کس گناہ کی سزا ہے کہ ساری قوم انتقام اور ظلم کی جنگ میں پس رہی ہے۔ خون کی آمدھی ہے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ ہر روز اخبارات اور برائے تادان، قتل و غارت، بچوں سے زبردستی اور قتل، گھروں پر ڈاکے اور پولیس کے جعلی مقابلے جیسی خونی خبریں سے بھرے ہوئے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہماری انتظامیہ، حکومتی مشینری اور قانون ناکا ہو چکے ہیں اور ہم اتار کی، لاقانونیت، بے انصافی اور جبر و زیادتی کے جنگل میں سانس لے رہے ہیں۔ ایسے میں ہر صحت الوطن کو ایک ہی خیال اور ایک احساس جذباتی و ذہنی سہارا دیتا ہے کہ اگر چہ سول انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے ناکام ہو کر ظلم و زیادتی کا حصہ بنا چکے ہیں اور اب ان اداروں کو موثر بنانا معجزے سے کم نہیں تاہم ہماری فوج منظم، تابع ڈسپلن اور مضبوط ہے لیکن کیا عرض کروں کہ جب لوگ دہشت گردوں کو معصوم شہریوں کا خوب بہاتے، حکومتی اداروں اور املاک کو تباہ کرتے دیکھتے ہیں تو وہ سوچتے ہیں کہ ہماری فوج کہاں ہے آخر وہ ہمیں اس داخلی دشمن سے تحفظ کیوں نہیں دیتی؟ اگر دشمن سرحدوں کے تحفظ کے نام پر اسے کھلی پھٹی دے دی گئی؟ یہ دشمن وہ نہیں جس سے پولیس اور ایف سی جیسے ادارے نہٹ سکیں یہ دشمن تربیت یافتہ اور خطرناک اسلحے سے لیس ہے۔ اس دشمن کی پناہ گاہیں ملک کے اندر موجود ہیں جہاں سے وہ بے دھڑک سفر کر کے کراچی تک پہنچ جاتا ہے اور ہر رات کے بعد بیابانگ دہلی و سرداری قبول کرتا ہے۔ قوم خوف و دہشت کے ہاتھوں میں یہ غلام بن چکی ہے۔ آخر اسے اس کیفیت سے کون نکالے گا؟ یہ غیر معمولی ایمر جنسی کی صورتحال ہے اور تقاضا کرتی ہے کہ سارے ملک میں آپریشن کر کے سر زمین پاک کو دہشت گردوں سے صاف کیا جائے۔ بھلا مجھے بتائیے کہ ایسا آپریشن کرنے کی اہلیت اور صلاحیت کس میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مکرمین ختم نبوت کی خلاف امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو جہاد کیا وہ قیامت تک جاری رہے گا۔

حکمران صرف اپنی کرسی بچانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں ان کو چاہیے کہ اللہ پر یقین کریں اور امریکہ کو نجات دہندہ سمجھیں ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نفرنس کے بڑے اجتماع سے علامہ سید ریاض حسین شاہ کا خطاب

کراچی۔۔۔ جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی جنرل سیکریٹری علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت حضور نبی کریم ﷺ کی بے شمار صفات اور خصلتوں کا مظہر تھی اسی لئے خلیفہ اول امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام میں نمایاں انفرادیت حاصل تھی۔ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کسی مصلحت پسندی کے بغیر مکرمین ختم نبوت، مکرمین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا اور قتلوں کا خاتمہ کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے مکرمین کی خلاف امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو جہاد شروع کیا وہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نفرنس بڑے اجتماع سے خطاب میں کیا۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ آج مسلم حکمرانوں کی کمزوریوں، انتشار، اختلاف اور اسلام کے رہنما اصولوں سے انحراف کی وجہ سے پوری دنیا میں مسلمانوں پر ظلم دسم کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خلفاء راشدین کی سیرت و کردار کو رہنمائے منزل بنا کر ہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو بحال کیا جاسکتا ہے۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ اسلام کا نظام خلافت، جمہوریت، آزادی، حق و انصاف، عدل و مساوات کا مظہر ہے۔ جب کہ مغربی طاغوتی نظام آمریت، بادشاہت، ملوکیت پر قائم ہے۔ انہوں نے کہا کہ

حضرت ابو بکر صدیق نے قلیل وسائل اور نامساعد حالات کے باوجود دور خلافت میں اسلام کی ترویج و شاعت بھرپور طریقے سے جاری رہی۔ انہوں نے کہا کہ خلفاء راشدین کے دور میں مملکت کا نظام احکام شریعت کے مطابق انجام دیا جاتا تھا اور خلفائے راشدین امور خلافت کسی پروٹوکول کے بغیر انجام دیتے تھے۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے مزید کہا کہ مسلمانوں کے خلاف یہودی و نصاریٰ کی سازشیں صرف منافقت کی ہی وجہ سے کامیاب ہوئی ہیں مسلمان جب بھی متحد ہوئے دنیا میں اسلام کو حکمرانی ملی اور مسلمان سرخرو رہے لیکن موجودہ دور کا المیہ یہ ہے کہ ہمارے حکمران صرف اپنی شہنشاہت اور کرسی بچانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ آج پوری دنیا میں مسلمان پریشانی اور بد حالی کا شکار ہیں۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ پاکستان کی بقا اور سلامتی صرف اور صرف نظام مصطفیٰ کے عملی نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ میں مضمر ہے حکمرانوں کو چاہیے کہ اللہ پر یقین کریں اور امریکہ کو نجات دہندہ نہ سمجھیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک ایسی پاور ہے امت مسلمہ کو پاکستان کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے در نہ ہماری داستان بھی نہ ہوگی داستانوں میں اور ہم روز محشر نبی کریم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔

www.ala-hazrat.org

حکمرانی اللہ کی امانت ہے اور وہ عوام میں ہے مساوات پر پابا کرنے کا نام ہے۔۔۔ علامہ شاہ تراب الحق قادری

ہمارے صدر، گورنر کوئی جرم کر لیں تو ان کی FIR نہیں کتنی کوئی عدالت طلب نہیں کر سکتی

ان کا استثناء نظام عدل اور قانون کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔

حکمران عوام کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت نہیں کر سکتے انہیں حکومت کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ اجتماع سے خطاب

کراچی۔۔۔ جماعت اہلسنت پاکستان کراچی کے امیر علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے کہا کہ قانون مصطفیٰ ﷺ عدل و انصاف و مساوات کا سرچشمہ ہے، حکمرانی اللہ کی امانت ہے اور روئے زمین پر مساوات برپا کرنے کا نام ہے، سربراہ مملکت قانون کا پابند ہے اسلام میں کسی کو بھی عہدے اور منصب کی بناء پر استثناء حاصل نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمران خلفائے راشدین کے دور حکومت کا مطالعہ کریں انہیں معلوم ہوگا عدل اور مساوات کسے کہتے ہیں، ہمارے صدر، گورنر کوئی جرم کر لیں تو ان کی FIR نہیں کتنی کوئی عدالت طلب نہیں کر سکتی ان کا استثناء نظام عدل اور قانون کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ موجودہ حکومت کی بے حسی انتہائی شرمناک ہے، جو عدل و مساوات اور انصاف فراہم کرنے میں مکمل ناکام ہیں، جو حکمران عوام کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت نہیں کر سکتے انہیں حکومت کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے مین مسجد مصلح الدین کا روڈ میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے مزید کہا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے حکمران کا معیار یہ ہے کہ 22 لاکھ مربع میل کے سربراہ مملکت، امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”نہر کے کنارے کوئی کتابیا سا مر گیا تو عمر کو یہ فکر ہے کہ کل اللہ تعالیٰ قیامت میں مجھ سے پوچھے گا کہ عمر تیری حکومت میں کتابیا سا کیسے مر گیا“ انہوں نے کہا کہ مقام غیرت ہے ہمارے حکمرانوں کے لئے عوام مہنگائی، غربت، بھوک، افلاس کے باعث خودکشیاں کر رہے ہیں۔ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے کہا کہ اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ 22 لاکھ مربع میل کے حاکم امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق کو ایک بدو کی شکایت پر عدالت نے طلب کیا جب حضرت عمر فاروق عدالت پہنچے تو ان کا عدالت میں کھڑے ہو کر استقبال کرنے والا قاضی صرف کھڑے ہونے کی بناء پر نا اہل ہو جاتا ہے یہ اسلام کا معیار ہے کہ انصاف مہدے اور منصب کی بنیاد پر نہیں دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکمران اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی کریں، تیش و نشر کو ترک کریں، تمام کرپٹ، بد عنوان وزیروں، مشیروں، افسران کو ان کے عہدوں سے ہٹایا جائے، سفارش خچر کو ختم کیا جائے مہدے اہلیت کی بنیاد پر دیانت دار افراد کو دیئے جائیں، حکمران عدل کے تقاضوں کو پورا کریں قانون کی بالادستی قائم کریں اور سپریم کورٹ کے فیصلوں پر فوری عمل درآمد کریں۔

مفکر اسلام حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی

کی ایمان افروز اور روح پرور مطبوعات

ایمانیات، عبادات، معاملات، مہلکات اور منجیات پر
مشتمل چھ سو روح پرور احادیث مبارک کا حسین گلہ دستہ

ضیاء الحدیث

خواتین کے دینی مسائل سے ناواقفیت کے پیش نظر
ضروری دینی مسائل پر مشتمل مفید کتاب

خواتین و دینی مسائل

ذات و صفات باری تعالیٰ نبوت و رسالت
اور آخرت ست تعلق اسلامی عقائد کا مجموعہ

اسلامی عقائد

وضو غسل اور نماز کے تقریباً تمام مسائل
پر عام فہم انداز میں لکھی گئی بہترین کتاب

کتاب الصلوٰۃ

قضاے عمری ادا کرنے کا آسان طریقہ

نماز ارکان اسلام میں سے ایک بہت ہی اہم رکن ہے اور یہ بہت ہی اہم عبادت ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی اس کے ادا کرنے کی سخت تاکید آئی ہے اگر کسی عذر شرعی یا اپنی کوتاہی کی وجہ سے نماز قضا کر دیں تو ان کو جلد از جلد ادا کرنا چاہئے اس لئے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں باز پرس ہوگی اور پہلے اسی سے متعلق حساب و کتاب ہوگا۔

قضا ہر روز کی صرف بیس رکعتوں کی ہے۔ دو فرض فجر، چار فرض ظہر، چار فرض عصر، تین فرض مغرب، چار فرض عشاء کے اور تین وتر۔ ان کی نیت اس طرح کریں کہ نیت کی میں نے پہلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی اس طرح ظہر میں پہلی ظہر جو میرے ذمہ باقی ہے اس طرح ہر نماز میں نیت کریں قضا نمازوں کی کثرت کے پیش نظر شریعت مطہرہ میں ایسے شخص کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ رکوع و سجدے میں تین تین بار تسبیح پڑھنے کے بجائے صرف ایک مرتبہ رکوع و سجدے کی تسبیح پڑھنے پر اکتفا کرے دوسری تخفیف زیادہ قضا والوں کے لئے یہ بھی ہے کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بجائے تین بار **سُبْحَانَ اللَّهِ** پڑھ کر رکوع کرے تیسری آسانی یہ ہے کہ آخری التہیات کے بعد دونوں درود ابراہیمی اور دعا کی جگہ **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ** پڑھ کر سلام پھیریں چوتھی صورت آسانی کی یہ ہے کہ وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ ایک مرتبہ **اللہ اکبر** کہہ کر تین بار **رَبِّ اغْفِرْ لِي** کہے۔

اوقات مکروہ میں نماز و سجدہ تلاوت ادا نہیں کیے جاسکتے۔ مکروہ اوقات تین ہیں۔ طلوع آفتاب،

نصف النہار اور غروب آفتاب (فتاویٰ رضویہ)



لاہور بینار پاکستان میں آئی اتحاد کونسل کی اسٹوڈنٹس کی پاکستان میں آئی کانفرنس سے صاحبزادہ حاجی فضل کریم، پیر مظہر سعید شاہ کاج
، پیر سید ریاض حسین شاہ، حاجی ضیف طیب خطاب کر رہے ہیں۔



جماعت اہلسنت کراچی کے ہمارے شراب الحق قادری خطاب کر رہے ہیں، اس موقع پر مولانا ابراہیم رحمانی، مولانا علی الرحمن چشتی، مولانا اکرام قادری، مولانا



شرید مولانا سید محمود حسین شاہ کے جہلم کے اجتماع سے مدتیہ مسجد کورنگی میں علامہ شاہ تراب الحق قادری، مولانا احمد علی شاہ سیفی، مولانا
ابراہیم رحمانی، مولانا خلیل الرحمن چشتی، مولانا ناصر خان ترابی، مولانا جمیل احمد امینی، مولانا عباس علی قادری خطاب کر رہے ہیں۔



جماعت اہلسنت پاکستان کراچی (نیکو راجی ڈون) کے ذریعہ تمام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانفرنس سے علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب، علامہ ابراہیم رحمانی، مولانا احمد جواد دگر تاجدار خطاب کر رہے